ان خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان افروز تذکرہ
جن کا بچپن رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں گزرا
ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
محمد فہیم عالم

کتاب ——— فقہ صحابہؓ

مصنف: ——— محمد فہیم عالم

تصحیح و پروف خوانی: ——— مولانا محمد طیب الیاس

پروف خوانی: ——— عماد حسن

تحقیق وتخریج: ——— مفتی مقصود احمد کیانی

کمپوزنگ: ——— محمد وقاص ایوب

ڈیزائننگ: ——— سعید قاسم

آرٹسٹ: ——— راکعہ رضا

ناشر: ——— بچوں کا کتاب گھر

تاریخ اشاعت اوّل: ——— فروری 2018ء

تاریخ اشاعت دوم: ——— اگست 2019ء

تاریخ اشاعت سوم: ——— اپریل 2021ء

قیمت: ——— -/450 روپے

بچوں کا کتاب گھر

بادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

0300-4611953 042-37300590

www.kitaabnagar.com

# ایک نظر میں

# انتساب!

حضور ﷺ کے لاڈلے نواسوں حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام!

جن کے بارے میں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے:

”اے اللہ! میں اِن سے محبت کرتا ہوں، تُو بھی اِن سے محبت فرما!“ ①

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ۲٦/٥، رقم: ۳۷٤۷]

# ننھے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مصعب شاہین

بہت جذبے والے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
یوں آقا ﷺ کو پیارے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
نبوت کو نزدیک سے دیکھتے ہیں
کہ حجرے میں آتے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
معاذ رضی اللہ عنہ و اُسامہ رضی اللہ عنہ، انس اور سلمہ رضی اللہ عنہ
یہ جگ مگ ستارے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
وہ کم عمری سے ہی مجاہد ہیں اعلیٰ
کہ جنگوں میں آگے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
حسین رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ خلد کے شاہ زادے
نبی ﷺ کے دُلارے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
حدیثوں کے حافظ، وہ سنت کے پیکر
شرع کے حوالے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
چلیں ہم بھی نقشِ قدم پر اُنھی کے
عدن کے اُجالے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم
فہیم اُن کی سیرت کو لازم پڑھو تم
پڑھو اُن کی سیرت کو شاہیؔن تم بھی
بڑی شان والے ہیں ننھے صحابہ رضی اللہ عنہم

# سُنیے!

ایک مرتبہ کسی کتاب میں حضور ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ پڑھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تمام بچپن حضور ﷺ کی صحبت میں گزرا۔ واقعہ پڑھ کر دل بے اِختیار جھوم اُٹھا۔ سوچنے لگا کہ وہ بھی کیا بچے تھے، جنھیں حضور ﷺ کی صحبت میں پرورش پانے کا شرف حاصل ہوا۔ اچانک خیال آیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی تو ایسے بچے ہوں گے جنھیں یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اُن کا بچپن حضور ﷺ کے زمانے میں گزرا۔ چناں چہ اِس خیال کے آتے ہی کُتبِ سیرت، احادیث اور کُتبِ تاریخ میں غوطہ زَن ہوا۔ "ننھے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم" کے حالات و واقعات جمع کرنا شروع کیے، یہ کام مجھے بہت ہی دل چسپ اور مزے دار لگا۔

ہر صحابی کے بارے میں لکھتے ہوئے میں نے خود کو مدینے کی گلی کُوچوں میں پھرتے ہوئے محسوس کیا۔ حضور ﷺ کی اپنے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور شفقت... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ پر جاں نثاری کے یہ واقعات لکھتے ہوئے مجھے حضور ﷺ کا مبارَک دَور بے حد یاد آیا۔

بے شک انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد سب سے مقدّس ہستیاں ہمارے پیارے نبی ﷺ کو عطا کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ اُن سے راضی ہو! رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

محمد فہیم عالم

# مجھے بھی سکھا دیجیے!

ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ دونوں حضرات کو پیاس محسوس ہوئی۔ پانی کے لیے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، لیکن پانی کہیں نظر نہ آیا۔ ذرا فاصلے پر ایک لڑکا بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لڑکے سے کہا:

''میاں لڑکے!... اگر تمھارے پاس کچھ دودھ ہو تو ہماری پیاس بجھاؤ!''

لڑکا فوراً بولا:

''نہیں... نہیں... میں تم لوگوں کو دودھ نہیں پلا سکتا، کیوں کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں... میں تو صرف اِن کا چرواہا ہوں... یہ بکریاں میرے پاس اَمانت ہیں۔''

اُس کا یہ جواب سُن کر حضور ﷺ نے پوچھا:

''کیا تمھارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے ابھی بچے نہ دیے ہوں (مطلب دودھ دینا نہ شروع کیا ہو)؟''

لڑکے نے جواب دیا:

''جی ہاں!... ایسی تو بہت سی بکریاں ہیں۔'' اور فوراً ایک بکری پیش کر دی۔ حضور ﷺ نے اُس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور کچھ پڑھا۔ یعنی دُعا فرمائی تو اُس بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے بکری کا دودھ دھویا تو اتنا دودھ نکلا کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق ﷛ اور اُس لڑکے نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اُس کے بعد حضور ﷺ نے تھن سے فرمایا:

''خشک ہو جا!''

اور وہ تھن اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ لڑکے کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ حیرت اور اشتیاق سے بولا:

''یہ مقدّس کلمات آپ مجھے بھی سکھا دیجیے!''

یہ سُن کر حضور ﷺ نے اُس کے سر پر شفقت اور محبت سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

''تم تعلیم یافتہ بچے ہو۔''

حضور ﷺ کا یہ معجزہ دیکھ کر اسلام اُس لڑکے کے دل میں گھر کر گیا۔ اسلام قبول کرنے والے اس لڑکے کا نام عبداللہ بن مسعود ﷛ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اُن کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام ﷛ میں ہونے لگا اور یہ ہمیشہ حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضور ﷺ نے اُنھیں اپنا خادمِ خاص بنا لیا۔ ①

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ جس زمانے میں اسلام لائے وہ اسلام کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ ابھی صرف چند افراد نے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ مکّہ میں حضور ﷺ کے علاوہ کسی نے کبھی قرآنِ مجید بلند آواز سے نہیں پڑھا تھا۔ ایک مرتبہ سب مسلمان اکٹھے ہوئے اور سوچنے لگے کہ قریش کے سامنے قرآنِ مجید بلند آواز میں پڑھنا چاہیے۔ مکّہ والوں نے ابھی تک قرآنِ مجید نہیں سُنا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ مشکل اور خطرے سے بھرپور کام کرے کون؟

---

① [ماخذ: اسد الغابہ فی الصحابہ معرفۃ، تذکرۃ عبداللّٰہ بن مسعود ﷛، ۳۸۱/۳]

[الطبقات الکبریٰ، معروف بہ، طبقات ابن سعد، ومن خلفاء بنی زهرة بن کلاب من قبائل العرب۔ ۱۱۱/۳]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ فوراً آگے بڑھے اور فرمایا:

''میں قریش کے سامنے قرآنِ مجید بلند آواز سے پڑھوں گا۔''

لوگوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا:

''تمھارا اِس خطرناک کام میں پڑنا مناسب نہیں ہے... اِس کام کے لیے تو کسی ایسے بندے کی ضرورت ہے جس کا خاندان مضبوط ہو کہ قریش والے اُسے تکلیف پہنچانے کی ہمت نہ کر سکیں۔''

یہ بات سُن کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جوشِ ایمان سے چلاّ اُٹھے:

''مجھے یہ کام کرنے دو... میرا اللہ میری حفاظت کرے گا۔''

چناں چہ دُوسرے دن چاشت کے بعد جب مکّہ میں قریش کے لوگ ایک جگہ جمع تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بلند آواز سے قرآنِ مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ مشرکین قرآن کی تلاوت سُن کر چونک اُٹھے۔ پہلے تو اُنھیں سمجھ ہی نہ آیا کہ یہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ پھر اچانک اُن میں سے ایک نے چلاّ کر کہا:

''ارے!!... یہ تو وہ کتاب پڑھ رہے ہیں جو محمد پر اُتری ہے۔''

اِس بات کا پتہ چلنا تھا کہ مشرکین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر ٹوٹ پڑے۔ اس قدر مارا کہ جسم کے مختلف حصّوں سے خون رِسنے لگا۔ زخموں سے چُور ہو گئے، لیکن اُنھوں نے تلاوت نہ روکی۔ مار کھاتے جاتے تھے اور قرآنِ مجید پڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ سورت مکمل ہو گئی۔ زخموں سے چُور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے تو اُن کے ساتھی کہنے لگے:

''ہمیں اسی بات کا ڈر تھا۔''

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جوش میں آگئے، کہنے لگے:

"میں تو کل یہ کام دوبارہ کروں گا۔" لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں روک دیا۔ ①

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود کو بارگاہِ رسالت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ حضور ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ حضور ﷺ کو جوتا پہناتے، آپ کے آگے عصا لے کر چلتے، جب آپ مجلس میں تشریف لاتے تو یہ آپ کے جوتے اُتارتے، آپ کو عصا دیتے، جب آپ اُٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ کو جوتے پہناتے اور عصا لے کر آگے چلتے، یہاں تک کہ حضور ﷺ کمرے میں داخل ہو جاتے۔

خادم ہونے کے علاوہ یہ حضور ﷺ کے ہم راز بھی تھے۔ انھیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی عام اجازت تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں "حضور ﷺ کے بستر والے، حضور ﷺ کی مسواک والے" جیسے معزز خطابات دے رکھے تھے۔ ②

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، فرماتے ہیں:

"جب ہم یمن سے مدینہ آئے تو ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس قدر کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم ایک عرصہ تک یہی سمجھتے رہے کہ یہ حضور ﷺ کے خاندان کے افراد میں سے ایک ہیں۔" ③

---

① [ماخذ: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۳۸۱/۳]

② [ماخذ: الطبقات الکبریٰ معروف بہ طبقات ابن سعد، باب: عبداللہ بن مسعود، ۱۱۳/۳]

③ [ماخذ: الصحیح للمسلم، باب: من فضائل عبداللہ بن مسعود وأمہ، ۱۹۱۱/۴، رقم: ۲۴۶۰]

دُوسرے مسلمانوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ میں معروف صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوئے۔ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں بھائی چارہ کروایا (یعنی دونوں کو ایک دُوسرے کا بھائی بنا دیا)۔ حضور ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رہنے کے لیے مسجدِ نبوی کے ساتھ ہی جگہ عطا فرمائی۔ ①

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تقریباً تمام مشہور اور اہم جنگوں میں حصّہ لیا اور بہادری اور جاں بازی کا مظاہرہ کیا۔ غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے۔ غزوۂ بدر میں حضور ﷺ نے فرمایا:

"کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے گا؟"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کی تلاش میں نکلے۔ اُس وقت دو انصاری نوجوانوں معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے دُشمن ابوجہل کو مار گرایا تھا۔ ابوجہل زمین پر پڑا تھا اور جسم میں کچھ جان باقی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پُکارے:

"اچھا...! تُو ہے اِسلام کا دُشمن ابوجہل!" اور انھوں نے ابوجہل کا سرتن سے جدا کر دیا۔ ②

(8ہجری) مکہ سے واپس آتے ہوئے غزوۂ حنین پیش آیا۔ اُس جنگ میں مشرکین نے اِس قدر زوردار حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور سب منتشر ہو گئے۔ مسلمانوں کے دس ہزار کے لشکر میں سے

---

① [ماخذ: الطبقات الکبریٰ معروف بہ طبقات ابن سعد، تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۱۱۲/۳]

② [ماخذ: الصحیح للبخاری، باب: قتل ابی جھل: ۷٤/۵]

صرف اسّی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی حضور ﷺ کے ساتھ رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اُن اسّی جاں نثاروں میں شامل تھے۔ یہ اسّی جاں باز اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر حضور ﷺ کے اِردگرد لڑ رہے تھے۔ مشرکین نے اس قدر شدّت سے حملے کیے کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑنے لگے۔ حضور ﷺ اپنی سواری کو آگے بڑھاتے تھے اور سواری پیچھے کی طرف ہٹتی تھی۔ ایسی حالت میں ایک مرتبہ حضور ﷺ زین پر جھکے۔ حضور ﷺ کو یوں جھکتا دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بلند آواز سے بولے:

''اے اللہ کے رسول! آپ سر کو بلند رکھیے... بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلندی عطا فرمائی ہے۔''

حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''مجھے ایک مٹھی خاک لا کر دو!''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خاک اُٹھا کر دی۔ حضور ﷺ نے خاک لے کر مشرکین کے چہروں پر پھینکی جو اُن کی آنکھوں میں چلی گئی۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا:

''مہاجرین اور اَنصار کہاں ہیں؟ انھیں آواز دے کر بلاؤ!''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چلّا کر اُنھیں پکارا۔ اُن کی پکار سُن کر سب واپس پلٹے۔ اُس وقت مسلمانوں کی تلواریں ایمان کے نُور سے یوں چمک رہی تھیں جیسے شعلہ چمکتا ہے۔ پلٹ کر اِس قدر شدّت سے حملہ کیا کہ مشرکین کے قدم اُکھڑ گئے اور مسلمان ہاری ہوئی جنگ جیت گئے۔ ①

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرأت سے خصوصی شغف تھا۔ اُنھیں قرآنِ مجید کا سب سے بڑا

---

① [ماخذ: مسند أحمد، مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۵۵/۷، رقم: ۴۳۳۶]

عالم ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے چند احباب کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذرا کچھ دیر کے لیے اُٹھ کر باہر گئے تو ایک صاحب نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اِن سے زیادہ کوئی شخص قرآن کو جانتا ہو۔''

یہ سُن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

''ہاں!... ہاں!... واقعی!... یہ اُس وقت بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، جب ہم لوگ غائب رہتے تھے... انھیں اُس وقت بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اِجازت ہوا کرتی تھی... جب ہمیں حاضری سے روک دیا جاتا تھا۔''

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اُنھیں دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ بے اِختیار پُکار اُٹھے:

''یہ ایک برتن ہے، جو علم سے بھرا ہوا ہے۔''

یہ جملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا۔ ①

حضور ﷺ کے اِس دُنیا سے چلے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بے حد یاد کرتے تھے۔ اکثر دوست اَحباب اور شاگردوں کے گھر چلے جاتے۔ حضور ﷺ کے مبارَک دَور کو یاد

---

① [ماخذ: طبقات ابن سعد، تذکرۃ باب ابو موسیٰ الاشعری: ۲/۲۶۲]

کرتے۔ حضور ﷺ کی اَحادیث سناتے۔ ①

اَحادیث سناتے تو دَورِ نبوت کا وہ نقشہ کھینچتے کہ سننے والوں کو محسوس ہوتا وہ خود حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے سُن رہے ہیں۔ ②

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شروع ہوا۔ ایک آدمی بولا:

''اے امیرالمؤمنین! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے خوش اَخلاق، اُن سے زیادہ نرم مزاج، اُن سے زیادہ اچھا ہم نشین اور اُن سے زیادہ پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔''

یہ سُن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمانے لگے:

''میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم لوگوں نے یہ باتیں سچے دل سے کہی ہیں؟''

اُس آدمی نے کہا:

''جی ہاں!''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

''اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں، اے اللہ! میں بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہی سب کچھ کہتا ہوں جو اِن لوگوں نے کہا، بلکہ اِن سے بھی زیادہ کہتا ہوں۔'' ③

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

---

① [ماخذ: مسند احمد، ۱/۴٤٨]

② [ماخذ: مسند عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ]

③ [ماخذ: الطبقات الكبرىٰ معروف به طبقات ابن سعد، تذكره عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۳/۱۱۵]

’’میں اُس دن سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بے حد محبوب رکھتا ہوں جس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

’’قرآن چار آدمیوں سے سیکھو!‘‘اور پھر حضور ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا۔‘‘ ①

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے:

’’ستر سورتیں میں نے خود حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے سُن کر یاد کی ہیں اور قرآنِ مجید کی کوئی بھی ایسی سورت نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ یہ کب، کہاں اور کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی؟‘‘ ②

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں سورۃ النسآء تلاوت فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس قدر خوب صورت انداز سے قرآنِ مجید پڑھتا دیکھ کر حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے۔ آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا:

’’اِسْئَلْ تُعْطَهْ... اِسْئَلْ تُعْطَهْ...‘‘

ترجمہ: ’’جو کچھ سوال کرو گے پورا کیا جائے گا... جو کچھ سوال کرو گے پورا کیا جائے گا۔‘‘

مطلب اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگو گے اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ اِس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا:

---

① [مأخذ: الصحیح للمسلم، باب فضائل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وامّہ۔ ٤/١٩١٣، رقم: ٢٤٦٤ ]

② [مأخذ: الصحیح للمسلم، باب فضائل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وامہ، ٤/١٩١٣، رقم: ٢٤٦٣ ]

''جو شخص پسند کرتا ہو کہ قرآنِ مجید کو بالکل اُسی طرح تروتازہ پڑھنا سیکھے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اُمِ عبد کے بیٹے کی پیروی کرے۔''

اُمِ عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام تھا۔ یہ فرما کر حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے۔

دُوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا:

''جب حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ سوال کرو گے تو عطا کیا جائے گا تو آپ نے کیا مانگا؟''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

''میں نے یہ دُعا کی تھی:

''اے اللہ!...ایسا ایمان عطا فرما جس میں کبھی جُنبش نہ ہو...ایسی نعمت دے جو کبھی ختم نہ ہو اور جنت میں حضور ﷺ کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ عطا فرما!'' (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآنِ مجید بہت ہی ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔ تنہائی میں عموماً قرآنِ مجید سے دل بہلایا کرتے تھے۔ بعض اوقات حضور ﷺ خود اُن سے قرآنِ مجید سنتے تھے، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآنِ مجید بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا:

''سورۂ نساء پڑھ کر سناؤ!''

اُنھوں نے عرض کیا:

(۱) [مسند احمد، باب: مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۳۰۹/۱، رقم:۱۷۵]

''اے اللہ کے رسول!... آپ پر تو نازل ہوئی ہے اور میں آپ کو ہی سناؤں؟''

ارشاد فرمایا:

''ہاں!... ہاں!... کیوں نہیں... میں دُوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔''

پھر اُنھوں نے حکم کی تعمیل میں سنائی۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ نساء کی اِس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢبِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

ترجمہ: ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے گواہ لائیں گے، اور تمھیں ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔''

تو یہ آیات سُن کر حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ①

قرأت کی طرح تقریر اور بیان کا بھی اُن میں خاص ملکہ تھا۔ اُن کی تقریر مختصر اور پُر اثر ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی تقریر کرنے کا حکم دیا۔ دونوں حضرات نے باری باری مختصر تقریر فرمائی۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تقریر کرنے کو کہا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

''ایھا الناس أن اللّٰہ ربنا و أن الاسلام دیننا و أن ھذا نبینا

(وأما بیدہ الی النبی) رضینا ما رضی اللّٰہ لنا و رسولہ السلام علیکم''

① [مأخذ: الصحیح للبخاری، باب: قول المقری للقاری حسبك، ٦/ ١٩٦، رقم: ٥٠٥٠]

ترجمہ: ”اے لوگو! بے شک اللہ ہمارا ربّ ہے، اسلام ہمارا مذہب ہے اور یہ (ہاتھ سے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا) ہمارے نبی ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول نے جو کچھ ہمارے لیے پسند کیا۔ہم نے بھی اُس کو پسند کیا۔السلام علیکم!“

حضور ﷺ کو اُن کی یہ مختصر تقریر بے حد پسند آئی۔ بے ساختہ فرمایا:

”ابن اُمِ عبد نے سچ کہا۔“ ①

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے اور کم زور جسم والے تھے۔ رنگ گندم گُوں تھا۔ زُلفیں تھیں جو کانوں تک آتی تھیں۔ اپنے بالوں کو یوں سنوارتے تھے کہ ایک بال بھی بکھرنے نہیں دیتے تھے۔ ٹانگیں بے حد پتلی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ٹانگوں کو چھپائے رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے لیے مسواک توڑنے کے لیے پیلو کے درخت پر چڑھے تو اُن کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر لوگ ہنسنے لگے، حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

”تم ان کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو... حالاں کہ یہ قیامت کے دن میزانِ عمل میں اُحد پہاڑ سے بھی بھاری ہوں گی۔“ یعنی جب قیامت کے دن اعمال نامے تُلیں گے تو ان کی پتلی ٹانگیں اجر کے اعتبار سے اُحد پہاڑ سے بھی بھاری ثابت ہوں گی۔ ②

---

① [مأخذ: تذکرة الحفاظ، طبقات الحفاظ للذہبی۔ باب: الطبقة الاولیٰ من الکتاب، ۱۷/۱]

② [مأخذ: الطبقات الکبریٰ معروف بہ طبقات ابن سعد، باب: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۱۱۵/۳]

پوشاک نہایت سادہ پہنتے تھے۔ سب سے عمدہ خوش بُو لگاتے تھے۔ لوگ اُنھیں رات کو عمدہ خوش بُو کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ ①

ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہوتی تھی۔ سادہ غذا کھاتے تھے۔ تکلّف سے کام نہیں لیتے تھے۔ کھانے کے بعد عموماً نبیذِ تمر یعنی چھوہاروں کا شربت پیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے نبیذِ تمر پینے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

"میں نے حضور ﷺ کو یہ شربت پیتے دیکھا تھا۔" ②

مہمان نوازی کا بے حد شوق تھا۔ کوفہ میں تھے تو ایک مکان مہمانوں کی خدمت کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا۔ ③

نمازیں کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا:

"اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر خیر کا عمل کون سا ہے؟"

حضور ﷺ نے جواب دیا:

"نماز کو اپنے وقت پر اَدا کرنا۔"

میں نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! اس کے بعد؟"

حضور ﷺ نے فرمایا:

---

① [ماخذ: طبقات الکبریٰ معروفہ بہ طبقات ابن سعد، باب: ذکر ما اوصٰی بہ عبداللہ بن مسعود ۱۱۷/۳]

② [ماخذ: مسند أبی حنیفۃ، روایۃ الحصکفی۔ کتاب الاطعمۃ والاشربہ والشرب والضحایا، رقم الحدیث: ۳۱]

③ [ماخذ: تاریخ طبری، صفحہ: ۲۸٤۲]

''والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔''

میں نے عرض کیا:

''اس کے بعد؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' ①

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''خدا مجھے آپ کی آخری زیارت سے محروم نہ کر دے... میں نے کل رات خواب دیکھا کہ حضور ﷺ ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہیں... آپ اُن کے سامنے کھڑے ہیں... حضور ﷺ آپ سے فرما رہے ہیں:

''اے ابن مسعود!... میرے بعد تمھیں بے حد تکلیف پہنچائی گئی ہے... آؤ میرے پاس چلے آؤ!''

یہ خواب سُن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خدا کی قسم!... کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟''

اُس شخص نے عرض کیا:

''جی ہاں!''

فرمایا:

---

① [مأخذ: الصحیح للبخاری، باب: فضل الصلاۃ لوقتھا، ۱/۱۱۲، رقم ۵۲۷]

''پھر تو تم میرے جنازے میں شریک ہو کر ہی مدینے سے کہیں جاؤ گے۔''

اِس خواب کے چند دن بعد ہی بیمار ہو گئے۔ بیماری اتنی شدید تھی کہ لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ تھے۔ وہ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''آپ کو کیا مرض ہے؟''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''گناہوں کا۔''

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''خدا کی رحمت!''

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

''آپ کے لیے کوئی طبیب بُلاؤں؟''

فرمانے لگے:

''مجھے طبیب (یعنی اللہ تعالیٰ) ہی نے بیمار کیا ہے۔''

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''آپ کہیں تو آپ کے لیے وظیفہ جاری کر دوں؟''

انھوں نے فرمایا:

"مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"آپ کی صاحب زادیوں کے کام آئے گا۔"

یہ سُن کر تڑپ کر بولے:

"آپ کو میری صاحب زادیوں کی فکر ہے کہ وہ مال کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہو جائیں گی، حالاں کہ میں نے اُنھیں حکم دے رکھا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں، کیوں کہ میں نے حضور ﷺ سے سُنا ہے جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اُسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا۔" ①

جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ اب بس وقتِ رُخصت ہے تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحب زادے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو بُلایا۔ اپنی وراثت، اولاد اور کفن دفن کے متعلق وصیتیں فرمائیں اور انتقال فرما گئے۔

نمازِ جنازہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور رات کے وقت معروف صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ②

اللہ اُن سے راضی ہو۔

---

① [ماخذ: اسد الغابہ، باب: عبداللہ بن مسعود۔ ۳۸۱/۳، رقم: ۸۸۸ ]

② [ماخذ: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، باب: عبداللہ بن مسعود۔ ۳۸۱/۳، رقم: ۸۸۸ ]

# تم مجھے نہیں پکڑ سکتے

"لوگو! ڈاکو حضور ﷺ کے اُونٹوں کو لے جا رہے ہیں۔"

اُنھوں نے پہاڑی پر چڑھ کر مدینہ کی طرف منہ کیا اور زور سے آواز لگائی۔ وہ پکار کر پلٹے تو ڈاکو اُونٹوں کو لے کر نکلے جا رہے تھے۔ اُنھوں نے تیر کمان سنبھالی اور اکیلے ہی ڈاکوؤں کے پیچھے دوڑ پڑے۔

"غابہ" مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر ایک آبادی تھی۔ وہاں حضور ﷺ کے کچھ اُونٹ چرا کرتے تھے۔ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے جو کہ کافر تھے ان اُونٹوں کو لوٹ لیا۔ حضور ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو لے کر چلتے بنے۔

اُس گروہ کا سرغنہ فزاری نام کا ایک ڈاکو تھا۔ سب ڈاکو مسلح اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ اتفاق سے اُس وقت یہ ننھے صحابی بھی غابہ کی طرف پیدل جا رہے تھے۔ ہمیشہ کی طرح تیر کمان اُن کے پاس تھی۔ صبح کا وقت تھا۔ اچانک اُن کی نظر ڈاکوؤں پر پڑی جو اُونٹوں کو ہانکتے ہوئے لے جا رہے تھے۔

وہ ابھی بچے تھے لیکن تھے بہت بہادر اور جری۔ ایک پہاڑ پر چڑھ کر پہلے تو مدینہ کی طرف منہ کر کے اُونٹوں کی چوری کا اعلان کیا اور پھر ڈاکوؤں کے تعاقب میں تنہا دوڑ پڑے۔ اُنھوں نے جلد ہی ڈاکوؤں کو جا لیا اور تیزی سے اُن کو تیر مارنا شروع کر دیے۔

اتنی تیزی سے پے در پے تیر برسائے کہ ڈاکو بوکھلا گئے۔ ڈاکو سمجھے شاید کوئی بڑی جماعت اُن کا تعاقب کر رہی ہے، کیوں کہ اُن کے تیروں میں اس قدر تسلسل تھا کہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیر اکیلا آدمی برسا رہا ہے یا ایک جماعت، چوں کہ یہ تنہا تھے اور تھے بھی پیدل، اس لیے جب کوئی ڈاکو گھوڑا پیچھے موڑ کر دیکھتا تو یہ کسی درخت کی آڑ میں چُھپ جاتے اور درخت کے پیچھے سے اُس کے گھوڑے پر تیر برساتے۔ جس سے اُس کا گھوڑا زخمی ہو جاتا اور وہ ڈاکو اس خیال سے بھاگ جاتا کہ اگر گھوڑا گر گیا تو وہ پکڑا جائے گا۔

وہ یوں ہی ڈاکوؤں کے پیچھے بھاگتے رہے اور اُن پر تیر برساتے رہے۔ ڈاکو اس قدر بوکھلا چکے تھے کہ اُن کو بھاگنے کے علاوہ کسی چیز کا ہوش نہیں رہا تھا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کے اُونٹ بھی اُنھوں نے چھوڑ دیے لیکن اُنھوں نے پھر بھی ڈاکوؤں کا پیچھا نہ چھوڑا۔

ڈاکوؤں کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اُنھوں نے اپنے ہتھیار اور چادریں تک گھوڑوں سے گرانا شروع کر دیں۔ یوں حضور ﷺ کے اُونٹوں کے علاوہ تیس برچھے اور تیس چادریں بھی چھوڑ گئے۔ ہتھیار اور قیمتی چادریں گرا کر وہ دراصل اُن کو لالچ دینا چاہ رہے تھے کہ ہماری جان چھوڑ دو اور یہ چیزیں لے لو، لیکن وہ بھلا کہاں اُن کے لالچ میں آنے والے تھے۔ لہٰذا مسلسل تیر چلاتے ہوئے اُن کا پیچھا کرتے رہے۔

اتنے میں ڈاکوؤں کی ایک اور جماعت عُیینہ بن حصن کی سربراہی میں ڈاکوؤں کی مدد کو آ پہنچی۔ یوں اُن کے حوصلے بلند ہو گئے۔ ڈاکوؤں کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اکیلے ہیں۔ ڈاکوؤں میں سے چند آدمی مل کر اُن کا پیچھا کرنے لگے۔ وہ فوراً ایک پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ جب وہ اُن کے قریب پہنچے تو

یہ زور سے بولے:

''ٹھہرو! پہلے میری ایک بات سنو! تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟''

''بتاؤ تم کون ہو؟'' ایک ڈاکو نے پوچھا۔

''میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو عزت دی۔ تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور میں تم میں سے جسے پکڑنا چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے نہیں بھاگ سکتا۔'' اُن کا یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ حقیقت بھی یہی تھی، کیوں کہ اُن کی دوڑ مشہور تھی۔ وہ اتنا تیز دوڑتے تھے کہ گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا اُنھیں نہیں پکڑ سکتا تھا یعنی گھوڑا بھی دوڑ میں اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ یوں ہی ڈاکوؤں سے بات چیت کرتے رہے۔ اُن کا مقصد زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا تھا تا کہ مسلمانوں کی طرف سے مدد پہنچ جائے، کیوں کہ اُنھیں اُمید تھی کہ وہ جو آتے ہوئے مدینہ کی طرف آواز لگا کر آئے تھے۔ وہ کسی نہ کسی نے تو سُنی ہوگی۔ ڈاکوؤں سے باتیں کرتے ہوئے وہ درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک جماعت گھوڑوں پر سوار آتی نظر آئی۔ سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دیکھ کر اُن کا چہرہ کھل اُٹھا۔ اخرم اسدی رضی اللہ عنہ نے آتے ہی ڈاکوؤں کے سرغنہ فزاری پر حملہ کیا۔ فزاری بھی متوجہ تھا۔ حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ نے فزاری کے گھوڑے پر حملہ کیا اور گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیے۔ جس سے گھوڑا گرا۔ گھوڑے کے ساتھ فرازی بھی گرا لیکن اُس نے گرتے ہوئے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ پر وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ فزاری فوراً اُن کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھے۔

اُنھوں نے آگے بڑھ کر فزاری پر حملہ کیا۔ فزاری نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار کا وار کیا۔ یوں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے سے گرے، گرتے ہوئے اُنھوں نے فزاری پر ایک زبردست وار کیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اتنے میں مدینہ سے مسلمانوں کی ایک اور گھڑسوار جماعت پہنچ گئی۔

ڈاکوؤں اور مجاہدین میں زبردست لڑائی شروع ہوئی۔ مسلمانوں میں سے صرف حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، جب کہ کافروں کے بہت سے آدمی مارے گئے، جو بچے وہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔

اکیلے مسلح ڈاکوؤں کے گروہ کا پیچھا کر کے مقابلہ کرنے والے یہ ننھے صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے۔ اس واقعہ کے وقت اُن کی عمر صرف بارہ یا تیرہ سال تھی۔ یہ بہت ہی بہادر اور تیز دوڑنے والے بھی تھے۔ اُن کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تقریباً چودہ جنگوں میں شرکت کی۔ ان لڑائیوں میں سے سات تو وہ ہیں جن میں حضور ﷺ خود بھی شامل تھے۔ ①

غزوۂ خیبر میں جب خیبر فتح کرنے کے بعد اِسلامی لشکر لوٹ رہا تھا تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اس شان سے چل رہے تھے کہ حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ ②

غزوۂ خیبر کے بعد غزوۂ ثقیف اور ہوازن پیش آیا۔ اس غزوہ کے دوران ایک شخص مسلمانوں کے لشکر میں اُونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ اُس نے اپنے اُونٹ کو باندھا اور مسلمانوں کے ساتھ ناشتے میں شریک

---

① [مأخوذ: العبقات الکبری العلمیة۔ باب: غزوہ رسول اللہ ﷺ ۶۳/۲ ]

② [مأخوذ: الصحیح للبخاری، کتاب المغازی، باب: غزوۃ خیبر: ۱۳۰/۵، رقم: ۴۱۹۶]

ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد اُس نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لیا اور اچانک اُونٹ پر سوار ہو کر تیزی سے نکل گیا۔ اُس شخص کے یوں اچانک آنے اور لشکر کا جائزہ لے کر تیزی سے چلے جانے سے مسلمان سمجھ گئے کہ وہ شخص ضرور کوئی جاسوس تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اُس کا پیچھا کیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی دوڑے اور اُسے جا لیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اتنا زوردار حملہ کیا کہ ایک ہی وار سے اُسے جہنم رسید کر دیا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ①

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ شجاعت اور بہادری خصوصاً پیدل چلنے والوں میں سب سے ممتاز تھے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ تیز دوڑنے میں کوئی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا:

"ہمارے بہترین چلنے والے سپاہیوں میں سب سے بہترین پیدل چلنے والے سلمہ بن اکوع ہیں۔" ②

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنا بھی پسند تھا۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر مانگتا اُسے خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ فرمایا کرتے تھے:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھی نہیں دے گا تو پھر وہ کس کے راستے میں دے گا؟" ③

---

① [مأخذ: مسند احمد بن حنبل، ٥١/٤، باب: حديث سلمة بن الاكوع ٥٤/٢٧ رقم:١٦٥٢٣]

② [مأخذ: الطبقات الكبرى معروف به طبقات ابن سعد، باب: سلمة بن الاكوع ٢٢٩/٤]

③ [الطبقات الكبرى معروف به طبقات ابن سعد، باب: سلمة بن الاكوع، ٢٣٠/٤]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ مدینہ چھوڑ کر رندہ نامی مقام پر چلے گئے اور پھر وہیں رہائش اِختیار کی۔ تقریباً ۷۴ ہجری میں پھر مدینہ واپس آئے۔ انھیں مدینہ آئے چند ہی دن گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ①

انتقال کے وقت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً 80/برس تھی۔ ②

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ آمین!

***

---

① [الاصابه فی تمییز الصحابه، باب: اولهم اسلاماً و آخرهم موتا۔ ۸۶/۱]

② [الطبقات الكبرى، ط العلمية ۔باب: سلمة بن الاكوع۔ ۲۳۰/۴]

# میں نہیں جاؤں گا

جنگل بیابان میں ایک چھوٹا سا قافلہ سفر کر رہا تھا۔ یہ بات ہے اُس وقت کی جب زمانے نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ پہیّہ ایجاد نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ایسی سڑکیں تھیں جن پر آرام اور پُراَمن طریقے سے سفر کیا جا سکے۔ لوگ عموماً قافلوں کی صورت میں جنگلوں اور بیابانوں سے گزرتے ہوئے سفر کرتے تھے۔ اس قافلے میں موجود سب مسافر یمن کے رہنے والے تھے اور اپنے ملک کے سب سے ویران اور اُجاڑ علاقے میں سفر کر رہے تھے۔ قافلہ بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مسافر اپنے اُونٹوں اور گھوڑوں کو خوب دوڑا رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ویران اور سُنسان علاقے سے جلد از جلد نکل جائیں، کیوں کہ ایسے علاقوں میں عموماً چور، ڈاکو مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ قافلے نے ابھی آدھا راستہ بھی طے نہیں کیا تھا کہ اچانک قافلے پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ ان ڈاکوؤں کا تعلق قبیلہ بنوقیس سے تھا۔ یہ قبیلہ لوٹ مار اور ڈاکا زنی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ڈاکوؤں نے آتے ہی اعلان کیا:

"چپکے سے اپنا سب مال ہمارے حوالے کر دو... ورنہ سب کو قتل کر دیا جائے گا۔"

پہلے تو قافلے والے اچانک پیش آنے والی اس مصیبت سے گھبرا گئے لیکن ہوش و حواس درست ہونے پر اُنھوں نے ڈاکوؤں سے مقابلے کی ٹھانی اور اُن کے سامنے ڈٹ گئے۔ مسافروں اور ڈاکوؤں میں خوب لڑائی ہوئی۔ مسافروں نے اپنی طاقت سے زیادہ ہمت دکھائی، چوں کہ وہ تعداد میں ڈاکوؤں سے کم تھے اس لیے شکست کھا گئے۔ ڈاکوؤں نے اُن کا مال و اسباب لوٹنا شروع کر دیا۔

قافلے کو لوٹنے کے بعد ڈاکو بہت سے مسافروں کو بھی قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اس قافلے میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ وہ یمن سے اپنے میکے یعنی بچے کے ننھیال جا رہی تھی۔ ظالم ڈاکو اُس کے معصوم بچے کو بھی چھین کر اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ بے چاری بہت روئی... پیٹی... لیکن ڈاکوؤں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ جب اُس بچے کے والد کو اِس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُنھیں بے حد صدمہ ہوا، وہ اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اکثر اپنے بیٹے کی جدائی میں غم زدہ اور افسردہ رہتے... آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے۔ عرب چوں کہ اپنے غم و خوشی کے جذبات کا اظہار اشعار میں کرتے تھے اس لیے وہ بھی اپنے بیٹے کی یاد میں اشعار پڑھتے رہتے۔ وہ اشعار میں اپنا غم کچھ یوں بیان کرتے:

"میں اپنے بیٹے کی یاد میں روتا ہوں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ بھی ہے کہ نہیں، اگر زندہ ہے تو میں اُس سے ملنے کی آس رکھوں یا پھر میں یہ حقیقت تسلیم کر لوں کہ موت نے اُسے اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ کر ختم کر دیا ہے۔ کاش...! مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تُو ساری زندگی کبھی واپس آئے گا کہ نہیں۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ تُو واپس آجائے۔ جب سورج طلوع

ہوتا ہے تو مجھے اپنا بیٹا یاد آتا ہے اور شام کو جب غروب ہونے لگتا ہے تو اُس کی یاد میرے دل میں تازہ ہو جاتی ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تب بھی مجھے اُسی کی یاد ستاتی ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اُس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے! مجھے اپنے بیٹے کے گُم ہونے کا کتنا دُکھ اور افسوس ہے۔ میں اُس کی تلاش میں اُونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا۔ اپنے بیٹے کی تلاش میں ساری دُنیا کا چکر لگاتے ہوئے اُونٹ چلنے سے اُکتا جائیں تو اُکتا جائیں، میں نہیں اُکتاؤں گا اور میں یوں ہی اُس کی تلاش میں ٗمیں اپنی ساری زندگی گزار دوں گا۔ ہاں! اگر مجھے موت آ گئی تو اور بات ہے، کیوں کہ موت تو ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے، لیکن میں مرتے وقت اپنے رشتہ داروں کو وصیّت کر جاؤں گا کہ میرے بعد وہ بھی یوں ہی میرے بیٹے کو تلاش کرتے رہیں۔''

اِدھر اُس بچے کے والد کی یہ حالت تھی جب کہ اُدھر ڈاکو اُس بچے کو لے کر مکّہ آ گئے۔ مکّہ کے قریب ایک بہت بڑا بازار لگا کرتا تھا جس کو ''عکاظ کا بازار'' یا ''عکاظ کا میلہ'' کہتے تھے۔ جب یہ بازار لگتا تھا تو عرب کے تمام علاقوں سے سوداگر اپنا مال لے کر وہاں آ جاتے تھے۔ اَدبی مجالس، شعر گوئی، گھوڑوں کی دوڑ، نیزہ بازی اور دُوسرے کھیل تماشے بھی اِس بازار کی رونق ہوتے تھے۔ اس بازار میں غلاموں کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی۔

ڈاکوؤں نے اُس بچے کو مکّہ کے ایک سردار حکیم بن حزام کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُس زمانے میں جس مرد کو فروخت کر دیا جاتا تھا اُسے ''غلام'' کہتے تھے جب کہ فروخت ہونے والی عورت ''باندی'' کہلاتی۔ غلام اور باندی کو خریدنے والا اُس کا بالکل اُسی طرح مالک بن جاتا تھا جس طرح آج کل کوئی گھوڑے، بیل وغیرہ کا مالک بن جاتا ہے۔ عموماً مالک اپنے غلام اور باندیوں سے بُرا سلوک کرتے

اور اُن سے مشقت اور خدمت کے کام لیتے۔

وہ بچہ جب غلام بن کر بکا تو اُس کی آزادی بھی ختم ہوگئی۔ اب وہ مکّہ کے سردار حکیم بن حزام کے قبضے میں تھا اور سردار کو اختیار تھا کہ وہ اُس کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے لیکن اُس بچے کی قسمت اچھی تھی کہ حکیم بن حزام نے اُسے اپنے پاس روکے رکھنے اور اُس سے خدمت لینے کے بجائے اُسے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

وہ بہت ہی نیک اور رحم دل خاتون تھیں۔ کچھ دن پہلے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حضور ﷺ سے شادی ہوئی تھی۔ اُنھوں نے اُس بچے کو حضور ﷺ کی خدمت پر مقرر کر دیا اور یوں وہ بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں رہنے لگا۔

اتفاق سے اُس بچے کے وطن یمن سے چند آدمیوں کا حج کے لیے مکّہ آنا ہوا۔ اُن لوگوں کا تعلق اُس بچے کی قوم سے تھا۔ اُنھوں نے بچے کو مکّہ میں دیکھ لیا اور بتایا کہ تمھارے والد کا تمھاری گم شدگی کی وجہ سے بُرا حال ہے۔ وہ تمھاری یاد میں اکثر روتے رہتے ہیں۔ اُن کی باتیں سن کر وہ بچہ بولا:

”اب جب آپ واپس جائیں تو میرے والد صاحب کو میرا سلام کہیے گا اور عرض کر دیجیے گا کہ میں یہاں مکّہ میں ہوں۔ خیریت سے ہوں۔ آپ غم نہ کریں۔ میں بہت ہی مہربان اور اچھے لوگوں میں ہوں۔“

اُن لوگوں نے واپس جا کر اُس کی خیر خبر اُس کے والد کو سنائی۔ اُس کے والد اپنے بھائی یعنی بچے کے چچا کے ساتھ فوراً مکّہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:

”اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور بیت اللہ یعنی اللہ

کے گھر کے پڑوسی ہو۔تم خود قیدیوں کو رہا کرواتے ہو۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ہم اپنے بیٹے کو لینے تمھارے پاس آئے ہیں۔ہم پر احسان کرو اور فدیہ قبول کر کے اسے آزاد کر دو، بلکہ جو فدیہ ہو اُس سے زیادہ لے لو۔"

حضور ﷺ نے پوچھا:

"تمھارے بیٹے کا کیا نام ہے؟"

اُنھوں نے اُس بچے کا نام بتایا اور عرض کیا:

"ہم اپنے بیٹے کو لینے آئے ہیں۔"

بچے کا نام سُن کر حضور ﷺ سوچ میں پڑ گئے، پھر فرمایا:

"کیا تم صرف اُسے لینے آئے ہو؟"

اُنھوں نے عرض کیا:

"جی ہاں...! ہمارے آنے کا بس یہی مقصد ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ٹھیک ہے، اُس کو بلا کر پوچھ لو۔ اگر وہ جانا چاہے تو میں بہت خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔تم اُسے بغیر فدیہ کے ہی لے جاؤ اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر زبردستی نہیں کر سکتا جو خود ہی نہ جانا چاہے۔"

یہ سن کر اُس بچے کے والد اور چچا بے حد خوش ہوئے اور بولے:

"آپ نے تو احسان اور مہربانی کی انتہا کر دی۔ ہمیں یہ بات منظور ہے۔"

وہ سوچ رہے تھے کہ بچہ بھلا اُن کے ساتھ جانے سے کیوں انکار کرے گا۔ آپ ﷺ نے اُس بچے کو بلایا اور پوچھا:

''کیا تم اِن دونوں کو پہچانتے ہو؟''

''جی ہاں! یہ میرے والد صاحب ہیں اور یہ چچا ہیں۔'' اُس نے اُن دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ تمھیں لینے آئے ہیں۔ اگر تم اِن کے ساتھ جانا چاہو تو چلے جاؤ اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو۔ تمھیں اختیار ہے۔''

یہ سُن کر وہ بچہ بے اختیار پُکار اُٹھا:

''نہیں... نہیں! میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ آپ کے مقابلے میں، میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپ میرے لیے باپ کی جگہ پر بھی ہیں اور چچا کی جگہ پر بھی۔''

اُس کے والد اور چچا کو یہ سُن کر بڑی حیرت ہوئی۔ اُس کے والد بولے:

''یہ کیا... بیٹے! تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو۔ باپ، چچا اور سب گھر والوں کو چھوڑ کر یہاں اکیلے غلام رہنے کو پسند کر رہے ہو؟''

''جی ہاں! اِن کے مقابلے میں، میں کسی کو بھی پسند نہیں کر سکتا۔ میں اِنھیں نہیں چھوڑ سکتا۔''

اُس کا یہ جواب سُن کر حضور ﷺ کو بے حد خوشی ہوئی۔ آپ ﷺ اُسے لے کر خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود کے مقام پر تشریف لائے اور اعلان فرمایا:

''اے لوگو! آج سے زید میرا بیٹا ہے، میں اِس کا وارث ہوں، یہ میرا وارث ہوگا۔''

اُس کے باپ اور چچا نے جب یہ منظر دیکھا تو اُنھیں تسلی ہو گئی۔ وہ نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے اُنھیں حضور ﷺ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ ①

حضور ﷺ نے جب یہ اعلان فرمایا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ میرے منہ بولے بیٹے ہیں تو لوگوں نے اُنھیں زید بن محمد کہنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ قرآنِ مجید کی یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

''ادعوهم لآبآئهم هو اَقْسَطُ عند اللّٰه'' ②

ترجمہ: ''لوگوں کو اُن کے حقیقی باپوں کی نسبت سے پُکارا کرو، اللہ کے ہاں یہ بات زیادہ بہتر ہے۔''

اِس آیت کے بعد لوگ اُنھیں زید بن حارثہ کہنے لگے۔ حارث اُن کے والد کا نام تھا۔'' ③

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چوں کہ غلام تھے، اِس لیے جب حضور ﷺ نے نبوّت کا اِعلان فرمایا تو غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اِسلام قبول کیا اور اپنی تمام عمر اِسلام اور حضور ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔

تیر اندازی میں بے حد ماہر تھے۔ غزوۂ بدر سے غزوۂ موتہ تک جتنے بھی غزوات پیش آئے، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں حصہ لیا اور تمام معرکوں میں بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ ③

---

① [الطبقات الکبری، العلمیة۔ باب: زید الحب بن حارثه بن شراحیل۔ ۲۹/۳]

[ماخذ: اسد الغابة فی معرفة الصحابة، باب: زید بن حارثه ۳۵۰/۲]

② [ماخذ: سورۃ احزاب: آیت نمبر: ۵]

③ [ماخذ: السیرة النبویة لابن کثیر۔ باب: ذکر خروجه علیه السلام من مکة، ۴۸۱/۲]

③ [ماخذ: الطبقات الکبری، باب: زید الحب بن حارثه بن شراحیل، ۳۲/۳]

حضرت زید بن حارثہ ؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور ﷺ جب بھی انھیں کسی جنگی مہم پر بھیجتے تو انھیں لشکر کا امیر بناتے اور کبھی کسی ضرورت کے تحت حضرت زید بن حارثہ ؓ کو مدینہ میں ٹھہرنا پڑتا تو حضور ﷺ انھیں اپنا نائب مقرر فرماتے۔ ①

حضور ﷺ نے نو مرتبہ حضرت زید بن حارثہ ؓ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ ②

حضور ﷺ کو حضرت زید بن حارثہ ؓ سے بے حد محبت تھی۔ ایک مرتبہ فرمایا:

''اے زید! تم میرے دوست ہو، مجھے لوگوں میں تم سے سب سے زیادہ محبت ہے۔'' ③

ایک مرتبہ حضرت زید بن حارثہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری کے لیے آئے۔ حضور ﷺ اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے۔ حضرت زید بن حارثہ ؓ نے دستک دی۔ حضور ﷺ کو جب علم ہوا کہ زید آئے ہیں خود دروازہ کھولنے کے لیے اُٹھے، انھیں گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ ④

غزوۂ موتہ میں حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حضور ﷺ کے چچازاد حضرت جعفر طیار ؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ جیسے بڑے صحابہ کرام ؓ بھی شامل تھے۔ حضور ﷺ نے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

---

① [مأخذ: الطبقات الکبریٰ، باب: زید الحب بن حارثہ بن شراحیل۔ ۳۳/۳]

② [مأخذ: الطبقات الکبریٰ، باب: زید الحب بن حارثہ بن شراحیل۔ ۳۳/۳]

③ [مأخذ: الطبقات الکبریٰ، باب: زید الحب بن حارثہ۔ ۳۲/۳]

④ [مأخذ: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد: ۴۹۷/۱۰۲-السنن الترمذی، باب: ماجاء فی المعانقۃ والقبلۃ، ۳۷۴/۴، رقم: ۲۷۳۲]

''زید تمھارے امیر ہیں، اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ لشکر کے امیر ہوں گے۔'' ①

جس وقت حضور ﷺ یہ ارشاد فرما رہے تھے نعمان بن رُہیلی نامی ایک یہودی بھی وہاں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ سُن کر وہ یہودی حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

''اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو جن کا آپ نے نام لیا ہے وہ ضرور شہید ہو جائیں گے، کیوں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء جب کسی جنگ میں یوں ایک دُوسرے کو امیر مقرر کرتے تھے تو وہ مقرر کردہ امیر اُسی ترتیب سے شہید ہو جاتے تھے، جس ترتیب سے اُنھیں مقرر کیا جاتا تھا۔'' یہ کہنے کے بعد وہ یہودی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا:

''اگر محمد واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں تو تم اس مہم سے ہرگز واپس نہ آسکو گے۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے سچے رسول ہیں۔'' ②

لشکر مدینے سے روانہ ہو گیا۔ کئی دن گزر گئے۔ حضور ﷺ اس جنگ کے حالات جاننے کے لیے بے چین اور منتظر تھے۔

ایک دن حضور ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے منبر پر بیٹھتے ہی فرمایا:

''اے لوگو! میں تمھیں مدینے سے جانے والے اُس لشکر کی خبر دیتا ہوں، زید بن حارثہ نے بے

---

① [ماخذ: طبقات ابن سعد، باب: جعفر بن ابی طالب، ۲۷/٤]

② [ماخذ: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب: ماجاء فی غزوۃ مؤتہ و ماظہر فی تامیر، ۳٦۲/٤]

حد بہادری اور جواں مردی سے مقابلہ کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے، پھر اسلامی لشکر کا جھنڈا جعفر طیار نے اُٹھایا اور دُشمن پر پے در پے کئی حملے کیے، اُنھوں نے بھی اللہ کے راستے میں اپنی جان دے دی اور پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا تھام لیا اور اُنھوں نے اپنے زبردست حملوں سے دُشمن کے لشکر کا زور توڑ دیا اور اُس کے دانت کھٹے کر دیے، عبداللہ بن رواحہ لڑتے رہے، مجاہدین کو لڑاتے رہے، یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے اور اُن کے بعد خالد بن ولید نے خود آگے بڑھ کر اپنی مرضی سے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ خالد بن ولید کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح دلائے گا۔" ①

پھر حضور ﷺ نے دُعا فرمائی:

"اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، تو اُس کی مدد کر!" ②

یہ دراصل حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ میلوں دُور مدینہ میں بیٹھے بیٹھے آپ ﷺ کو جنگ کے حالات معلوم ہو گئے۔ چند دن بعد اسلامی لشکر سے ایک قاصد آیا۔ اُس نے جنگ کے حالات بتائے۔ جنگ میں پیش آنے والے واقعات اور حالات بالکل ایسے ہی تھے جو حضور ﷺ بیان فرما چکے تھے۔ ③

شہادت کے وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۵ برس تھی۔ یہ وہ واحد صحابی ہیں کہ جن کا نام قرآنِ مجید میں آیا ہے۔

حضور ﷺ کو چوں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی، اِس لیے جب موتہ کی جنگ

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، باب: تمنی الشهادة، ۱۷/٤، رقم: ۲۷۹۸]

② [ماخذ: دلائل النبوة للبيهقی، باب: ماجاء فی غزوة مؤته، ۳٦۸/٤]

③ [ماخذ: ابونعیم]

کے حالات بتاتے ہوئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو فرمایا:

''اے اللہ! زید کی مغفرت فرما... اے اللہ! زید کی مغفرت فرما... اے اللہ! زید کی مغفرت فرما... اے اللہ! جعفر طیار کی مغفرت فرما... اے اللہ! عبداللہ بن رواحہ کی مغفرت فرما!'' ①

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی باپ کی شہادت کی خبر سُن کر رونے لگی۔ حضور ﷺ بھی ضبط نہ فرما سکے اور ہچکیاں لے کر رونے لگے۔ آپ ﷺ کے رونے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ دوست کی دوست سے محبت ہے۔'' ②

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے تھے۔ رنگ گہرا گندمی تھا۔ حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی، اِس لیے اپنے والدین کے بجائے حضور ﷺ کے ساتھ رہنا پسند کیا اور پوری زندگی حضور ﷺ کی خدمت میں گزار دی۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ آمین!

***

---

① [ماخذ: طبقات ابن سعد، باب: ابو مرثد الغنوی حلیف حمزۃ بن عبدالمطلب، ۳/۳٤]

② [ماخذ: الطبقات الکبریٰ طبقات ابن سعد، باب: زید بن حارثہ بن شراحیل۔ ۳/۳٤]

# محمد ﷺ عزّت والے ہیں

"یہ سب کچھ تمھارا اپنا کیا دھرا ہے۔تم نے اُن لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا یہاں تک کہ اپنا مال بھی اُن کے درمیان آدھا آدھا بانٹ لیا۔اگر تم لوگ اُن کی مدد کرنا چھوڑ دو تو یہ پریشان ہو کر یہاں سے چلے جائیں گے۔خدا کی قسم! ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو جو عزّت والا ہے وہ وہاں سے ذِلّت والوں کو نکال باہر کرے گا۔"

یہ گستاخانہ الفاظ منافقوں کے سردار اور مشہور منافق عبداللہ بن اُبی نے حضور ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہے تھے۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ کسی بات پر ایک مہاجر اور ایک انصاری کی آپس میں لڑائی ہوگئی۔بات معمولی تھی لیکن اتنی بڑھی کہ نوبت اُن دونوں کے قبیلوں کے درمیان جنگ تک پہنچ گئی۔قریب تھا کہ اُن کے درمیان لڑائی کا معاملہ سرگرم ہو جاتا، بعض لوگوں نے درمیان میں آ کر صلح کروا دی۔یوں معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔عبداللہ بن اُبی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ سخت طیش میں آ گیا اور اُس نے وہ گستاخانہ الفاظ کہے۔جو اُوپر ذکر کیے گئے۔

اُس وقت ایک نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔وہ یہ سُن کر برداشت نہ کر سکے، فوراً بول اُٹھے:

"اے عبداللہ بن اُبی! خدا کی قسم! تُو ذلیل ہے، تیری قوم میں بھی تجھے کوئی اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا، تیرا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں ہے، جب کہ ہمارے حبیب محمد ﷺ عزت والے ہیں، رحمٰن کی طرف سے انھیں عزت ملی ہے اور اپنی قوم میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔"

عبداللہ بن اُبی یہ سُن کر کھسیانا سا ہوگیا اور بولا:

"خاموش رہ! میں تو ویسے ہی مذاق کر رہا تھا۔"

لیکن اُن نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ساری بات بیان کر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! اگر اجازت ہو تو اِس گستاخی پر اُس کافر کی گردن اُڑا دی جائے۔"

لیکن حضور ﷺ نے اِجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن اُبی کو جب علم ہوا کہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی ہے تو وہ دوڑا آیا اور جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ یہ نوعمر صحابی جھوٹ بول رہے ہیں۔

انصار کے کچھ لوگ بھی اُس کی حمایت کرتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ! عبداللہ قوم کا سردار ہے، بڑا آدمی شمار ہوتا ہے، اُس کے مقابلے میں بچے کی بات قابلِ قبول نہیں، ممکن ہے اُن نوعمر صحابی سے سننے یا سمجھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہو۔"

حضور ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کے بارے میں اُن انصار کی سفارش کو قبول فرمالیا۔ نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ عبداللہ بن اُبی نے جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے اُنھیں جھٹلا دیا ہے تو وہ

شرم کی وجہ گھر سے باہر نہ نکلے، اُنھیں سخت اَفسوس ہوا۔ اسی پریشانی میں انھیں نیند آ گئی۔ نیند سے بیدار بھی نہ ہوئے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام سورۂ منافقون کی یہ آیات لے کر تشریف لائے۔

''جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''

اور اللہ جانتا ہے کہ آپ واقعی اُس کے رسول ہیں اور اللہ (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔''

''اور کہتے ہیں کہ: ''اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر جائیں گے تو جو عزّت والا ہے، وہ وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا، حالاں کہ عزّت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اُس کے رسول کو اور ایمان والوں کو، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔'' ①

حضور ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس نوعمر صحابی کو بلا لاؤ۔ یہ دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے آیات انھیں سنائیں اور فرمایا:

''اے زید! اللہ تعالیٰ نے تمھاری تصدیق فرما دی۔'' ②

یوں یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ وہ نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ سچے ہیں اور عبداللہ بن اُبی جھوٹا ہے۔ ان صحابی کی وقعت اور عزت سب کے دلوں میں بڑھ گئی۔ حضور ﷺ کے یہ سچے عاشق اور ننھے صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تھے۔

---

① (پارہ ۲۸، سورۂ منافقون، آیت نمبر ۱ اور ۸)

② [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر، الرقم: ۴۹۰۰، باب: قوله اذا جاءك المنافقون، ۱۵۲/۶]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے کہ اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ جنگِ موتہ کے شہید معروف صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کے چچا تھے۔ والد کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ہی ان کی پرورش کی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا کے ساتھ ہی اِسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سنتوں کی پابندی کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ سے خصوصی تعلق تھا۔ جب کبھی بیمار ہو جاتے تو حضور ﷺ عیادت کے لیے تشریف لایا کرتے۔ ایک مرتبہ آنکھ میں درد اُٹھا۔ حضور ﷺ بھی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ جب درد ختم ہو گیا اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صحت یاب ہو گئے تو حضور ﷺ نے پوچھا:

''ابن ارقم! اگر درد ختم نہ ہوتا تو کیا کرتے؟''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میں صبر کرتا اور اللہ سے اُمید کرتا کہ وہ مجھے اِس صبر پر اَجر دے۔''

یہ سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''اگر تو ایسا کرتا تو اللہ کے سامنے بے گناہ ہو کر پیش ہوتا۔'' یعنی صبر کی وجہ سے تمھارے سارے گناہ معاف ہو جاتے۔ ①

غزوۂ اُحد ہوا تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ابھی چھوٹے تھے، اِس لیے جنگ میں جانے کی اِجازت نہ ملی۔

---

① [مأخذ: مسند احمد - باب حدیث زید بن ارقم: ۱۹۳٤۸، مسند انس بن مالك رضی اللہ عنہ، ۲۰/٤۲ رقم:۱۲۵۸۵]

غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور اُس کے بعد پھر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ نے انیس غزوات میں شرکت فرمائی۔ ان میں سے سترہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ ①

بہت علم والے تھے۔ لوگ دُور دُور سے علم سیکھنے آتے تھے۔ ②

احادیث کے علاوہ جو دُعائیں حضور ﷺ سے سنی تھیں اور انھیں یاد تھیں لوگوں کو سکھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے:

''حضور ﷺ ہمیں سکھاتے تھے، ہم تم لوگوں کو سکھاتے ہیں۔'' ③

خلفائے راشدین میں سے خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دوستی تھی۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تجارت کیا کرتے تھے۔ تجارت ہی ذریعۂ معاش تھا۔ بعض حالات کی وجہ سے کُوفہ جاکر رہنے لگے تھے۔ بنوکندہ کے محلّے میں مکان بنایا تھا۔ ٦٨ر ہجری میں کوفہ ہی میں انتقال فرمایا۔ ④

اللہ ان سے راضی ہو۔ آمین!

***

---

① [ماخذ: مسند احمد۔ باب: حدیث زید بن ارقم۔ ٣٣/٣٢، رقم: ١٩٢٨٢]

② [ماخذ: مسند احمد، ٣٧٢/٧]

③ [ماخذ: مسند احمد، باب: حدیث زید بن ارقم۔ ٦١/٣٢، رقم: ١٩٣٠٨]

④ [ماخذ: طبقات ٩٦/٦، باب: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، رقم: ١٨٣٨]

# اچھا لڑکا

''اے اللہ کے رسول! یہ قبیلہ نجار کا لڑکا ہے۔ اِس نے آپ کے آنے سے پہلے ہی قرآن پاک کی سترہ سورتیں حفظ کر لی ہیں۔''

حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا چکے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے اور برکت حاصل کرنے کے لیے بچوں کو بھی ساتھ لا رہے تھے کہ اتنے میں ایک تیرہ سالہ بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اُس کے بارے میں وہ جملہ کہا گیا جو مذکور ہوا۔ حضور ﷺ کو یہ سُن کر خوش گوار حیرت ہوئی۔ آپ ﷺ نے امتحان لینے کی غرض سے فرمایا:

''اچھا! ذرا کچھ پڑھ کر مجھے بھی سُناؤ!''

بچے نے سورۃ ق پوری سُنا دی۔ حضور ﷺ کو اُن کا قرآن مجید پڑھنا بے حد پسند آیا۔ آپ ﷺ نے شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اُسے دُعا دی۔

قرآنِ مجید کے یہ ننھے حافظ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور ﷺ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ اُس وقت کم عمر بچے تھے۔ عمر گیارہ سال تھی اِسی وجہ سے باوجود خواہش کے اُن کو ابتدائی غزوات بدر، اُحد وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہ مل سکی، کیوں کہ آپ ﷺ نے لڑائی میں شرکت کی عمر کم از کم پندرہ سال مقرر فرمائی تھی۔

تبوک کی لڑائی میں قبیلہ مالک بن نجار کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

حضور ﷺ نے اُن سے جھنڈا لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے ناراض ہوکر مجھ سے جھنڈا واپس لے لیا ہے۔ چناں چہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا آپ تک میری کوئی شکایت پہنچی ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں بھئی! یہ بات نہیں ہے، زید بن ثابت نے تم سے زیادہ قرآن مجید پڑھا ہوا ہے، قرآن مجید نے اُسے آگے بڑھا دیا۔'' ①

حضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جب کسی کو فضیلت دیتے یا کسی کو بڑا درجہ دیتے تو دین کے اعتبار سے ترجیح دیتے تھے، اگرچہ یہ لڑائی کا موقع تھا اس میں قرآن زیادہ یا کم پڑھا ہوا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، اس کے باوجود حضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو زیادہ قرآن جاننے کی وجہ سے مقدم کیا۔ اُنھوں نے غزوۂ خندق میں بھی حصہ لیا۔ خندق کی کھدائی میں بھی شریک رہے۔ اُنھیں خندق سے مٹی نکالتے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''کیا ہی اَچھا لڑکا ہے!'' ②

غزوۂ خندق ہی کا واقعہ ہے کہ کھدائی کرتے ہوئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نیند آگئی۔ شاید تھکاوٹ کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔

---

① [مأخذ: المستدرك على الصحين للحاكم، باب: ذكر مناقب زيد بن ثابت كاتب النبى ﷺ، ٣/٤٧٦ رقم: ٥٧٧٨، تهذيب تاريخ دمشق، ٥/١١٧، ٩/١١٨]

② [مأخذ: تاريخ دمشق لابن عساكر: زيد بن اسلم بن عبدالله ـ ١٩/٣١٣]

ایک دُوسرے صحابی عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو مذاق کرتے ہوئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہتھیار (تلوار وغیرہ) اُٹھا لیے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ چوں کہ نیند میں تھے۔ انھیں پتا نہ چلا۔

حضور ﷺ بھی اُس وقت پاس ہی تھے۔ حضور ﷺ نے مزاحاً فرمایا:

''یَا اَبَا رِقَادَ یعنی نیند کے باپ اُٹھ!'' تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے۔

حضور ﷺ نے لوگوں کو اس قسم کے مذاق کرنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی سویا ہو اور اُس کی کوئی چیز اُٹھالی جائے۔ ①

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بے حد ذہین تھے۔ حضور ﷺ یہودیوں کے پاس جو خطوط بھیجتے تھے وہ یہودیوں سے ہی لکھواتے تھے، کیوں کہ یہودیوں کی زبان عبرانی تھی اور اُس وقت یہ زبان یہودی ہی جانتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اُن سے فرمایا:

''زید! یہ جو یہودیوں کے ذریعے یہودیوں سے خط کتابت ہوتی ہے اس پر مجھے اطمینان نہیں ہے کہیں یہ لوگ گڑبڑ نہ کر دیتے ہوں، تم یہودیوں کی زبان سیکھ لو۔'' ②

آپ ﷺ کے اس حکم پر اُنھوں نے عبرانی زبان سیکھنا شروع کر دی اور صرف پندرہ دنوں میں اُنھیں عبرانی زبان پر مکمل عبور حاصل ہوگیا۔ اس کے بعد یہودیوں سے تمام خط کتابت اُن کے ذریعے ہی ہونے لگی۔ یہودیوں کو جو خطوط لکھے جاتے وہ یہی لکھتے اور اُن کی طرف سے جو خطوط آتے

---

① [ماخذ: تاریخ دمشق لابن عساکر، باب: زید بن اسلم بن عبداللہ، ۳۱۲/۱۹]

② [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب الاحکام، باب: ترجمۃ الحکام وھل یجوز ترجمان واحد تعلیقا، ۷۶/۹، رقم: ۷۱۹۵]

وہ بھی یہی پڑھتے۔ ①

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اُن سے ارشاد فرمایا:

''مجھے بعض لوگوں کو سریانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں۔ اس لیے تم سریانی زبان سیکھ لو۔''

چناں چہ آپ ﷺ کے حکم پر اُنھوں نے جو سریانی زبان سیکھنا شروع کی تو وہ بھی صرف سترہ دنوں میں سیکھ لی۔ یوں سریانی زبان میں خط کتابت بھی اُن ہی کے ذریعے ہونے لگی۔

آپ حبشی، قبطی، رومی اور فارسی زبانیں بھی جانتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بہت ہی عمدہ خوش نویس بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی لکھائی بہت ہی خوب صورت تھی، اسی لیے آپ ﷺ اُن سے خطوط لکھواتے تھے۔ خطوط کے علاوہ وحی لکھنے کا شرف بھی اُن کو حاصل تھا۔ وحی کی کتابت اور آپ ﷺ کے لیے خطوط تو چند اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی لکھتے تھے، لیکن ان سب میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام سرِ فہرست تھا۔ اُنھوں نے حضور ﷺ کی وفات تک یہ خدمت سرانجام دی۔ اُس زمانہ میں کاغذ تو ہوتا نہیں تھا۔ لوگ ہڈیوں، پتھروں اور کھجور کے پتوں پر لکھا کرتے تھے۔ یہ بھی قلم دوات، چوڑی ہڈیاں اور نیلے پتھر لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھ جاتے۔ وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جو کچھ سنتے، لکھتے جاتے اور جو کچھ لکھتے جاتے وہ اُن کے دل پر بھی ساتھ ساتھ نقش ہوتا جاتا۔ اس طرح اُنھوں نے پورا قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شمار حضور ﷺ کے قریبی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ اُن کو آپ ﷺ کا

---

① [الفلك السامي في تاريخ الفقه الاسلامي، باب: ترجمه زيد بن ثابت الانصاري: ٢٤٨/١]

اتنا قرب حاصل تھا کہ بعض اوقات یہ حضور ﷺ کے پہلو میں بیٹھ جاتے اور آپ ﷺ شفقت سے اُن کی ران پر اپنا زانوئے مبارک رکھ دیتے۔ ایک دن اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اُس وقت وحی کے بوجھ کی وجہ سے آپ کا زانوئے مبارک مجھے اس قدر بھاری معلوم ہوا کہ مجھے لگا میری ران چُور چُور ہو جائے گی، لیکن میں نے ادب کی وجہ سے اُف تک نہ کی اور ساکت بیٹھا رہا۔'' ①

انھیں حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ دربارِ نبوّت میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ صبح کو بستر سے اُٹھ کر سیدھے آپ ﷺ کی خدمت میں آ جاتے۔ بعض اوقات اتنی جلدی آ جاتے کہ حضور ﷺ سحری فرما رہے ہوتے۔ حضور ﷺ انھیں بھی حجرہ شریف میں بُلا لیتے اور سحری میں شریک کرتے۔ ②

جب نبوت کے جھوٹے دعویٰ دار مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ ہوئی تو اس میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ انھیں ایک تیر آ کر لگا، لیکن ان کی جان بچ گئی۔

اس لڑائی میں بہت سے حفاظ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ خوف پیدا ہوا کہ کہیں قرآنِ پاک کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ چناں چہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔

---

① [مأخذ: صحیح للبخاری، باب: لایستوی القاعدون فی المؤمنین: ٤٧/٦، رقم: ٤٥٩٢]
[مأخذ: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، باب: زید بن ثابت: ٣٤٦/٢، رقم: ١٨٢٤]

② [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ: ١٢٥/٢١، رقم: ١٣٤٦٠]

کہ وہ قرآنِ مجید کو جمع کریں۔ اس عظیم کام میں اُن کی مدد کے لیے حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے پچھتر (75) صحابۂ کرام ﷡ کی ایک جماعت مقرر فرمائی اور اُن سب حضرات نے مل کر پورے قرآنِ مجید کو یکجا کر کے ایک جگہ محفوظ کرلیا۔

قرآنِ مجید کا یہ نسخہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کے پاس رہا۔ پھر اُن کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق ﷛ کے پاس رہا۔ اُن کی شہادت کے بعد حضرت عثمان ﷛ کا دور آیا تو آپ ﷛ نے اپنے دور میں اس کی مزید نقلیں تیار کروائیں۔ جن بڑے لوگوں نے نقل کرنے کا کام کیا اُن میں حضرت زید بن ثابت ﷛ بھی شامل تھے۔

آپ ﷛ ریاضی میں بے حد مہارت رکھتے تھے اور بہت ہی ماہر مفتی تھے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی فتوے دیا کرتے تھے۔ علمی اور دینی کمالات کے ساتھ ساتھ بہت ہی اچھے منتظم بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق ﷛ کا اُن پر اتنا اعتماد تھا کہ جب مدینے سے باہر کہیں سفر پر جانا ہوتا تھا تو حضرت زید بن ثابت ﷛ ہی کو جانشین مقرر کرتے۔ حضرت عثمان غنی ﷛ کا بھی یہی معمول تھا۔ حضرت عثمان غنی ﷛ جب حج کے لیے تشریف لے جاتے تو حضرت زید بن ثابت ﷛ ہی کو اپنا قائم مقام بناتے۔ حضرت زید بن ثابت ﷛ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ تین مرتبہ حضرت عمر فاروق ﷛ کے جانشین بنے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ﷛ شام تشریف لے گئے۔ حضرت زید بن ثابت ﷛ کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ شام پہنچ کر حضرت زید بن ثابت ﷛ کو خط لکھا۔ حضرت عمر فاروق ﷛ اُن کی اتنی عزت کرتے تھے کہ خط میں پہلے اُن کا نام لکھا پھر اپنا۔

عبارت یوں تھی:

''اِلٰی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب یعنی زید کے لیے عمر کی طرف سے۔'' ①

تمام خلفاء سے دوستانہ تعلقات تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اتنے گہرے تعلقات تھے کہ عثمانی کہلاتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی انھیں بہت عزت دیتے تھے اور خاص محبت کرتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی خاص تعلق تھا۔

ایک مرتبہ شام جانا ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں ٹھہرے۔ ②

علم اور اعلیٰ مرتبے کی وجہ سے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا خاص احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ یہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب پکڑ لی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فوراً بولے:

''اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! ایسا مت کرو!''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہمیں علماء کی عزت یوں ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اُن کا ہاتھ چوم لیا اور فرمایا:

---

① [مأخذ: تاريخ خليفة بن خياط، باب: تسمية عمال عمر بن الخطاب۔ ١/١٥٤]

② [مأخذ: مسند ٥/١٨٢]

''ہمیں رسول اللہ کے رشتہ داروں سے یوں محبت والا سلوک کرنے کا حکم ملا ہے۔'' ①

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ۴۵ یا ۴۶ رہجری میں وفات پائی۔ اُس وقت عمر 55 یا 56 برس تھی۔ وفات کی خبر پھیلی تو لوگ غم سے نڈھال ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی وفات کی خبر سُنی تو فرمایا:

''آج اُمّت کا عالم اُٹھ گیا۔''

جب آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے، بولے:

''دیکھو! علم اس طرح جاتا ہے، آج علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''ہائے! زید کے بعد تفسیر کون بتایا کرے گا۔'' ②

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں بہت عاجزی و انکساری تھی۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ سوالات کے جوابات بہت سکون اور اطمینان سے دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ آمین!

***

---

① [ماخذ: الاصابہ فی تمیز الصحابہ باب: عبداللہ بن عباس، ۱۲۶/٤، رقم: ٤٧٩٩]

② [ماخذ: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، باب: زید بن ثابت، ۴۹۲/۲، رقم: ۲۸۸۷]

# میں بنوں گا

"اے محمد! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

یہ جملہ سُن کر حضور ﷺ نے بولنے والے کی طرف دیکھا۔ وہ آپ ﷺ کے چچا کے بیٹے تھے۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا۔ حضور ﷺ نے ابھی کھل کر اسلام کی دعوت دینا شروع نہیں کی تھی۔ ابھی تک صرف اُمّ المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک وہ لڑکا گھر میں داخل ہوا۔ اُس نے جب اُن دونوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو اُسے بے حد حیرت ہوئی۔ اُس کا سوال سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

"یہ اللہ کا دین ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے۔ یہ دین دے کر اللہ نے مجھ سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا۔ میں تمھیں اُس اللہ کی طرف بُلاتا ہوں جو اکیلا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اُس ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس بات کا اقرار کرو کہ لات اور عزیٰ خدا نہیں ہیں۔"

"میں نے آج سے پہلے یہ بات کبھی نہیں سنی۔ میں اپنے والد سے مشورہ کیے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔" لڑکے نے جواب دیا۔

حضور ﷺ نے ابھی تک نبوت کا اعلان کھل کر نہیں کیا تھا، کیوں کہ اللہ کی طرف سے حکم نہیں تھا۔ اس لیے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ یہ راز راز ہی رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر اس بات کو راز ہی رہنے دو۔''

لڑکے کو حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مکّہ میں سب سے زیادہ سچے اور امانت دار حضور ﷺ ہیں۔ آپ کے سچے اور امانت دار ہونے کی گواہی تو سارے مکّہ والے دیتے تھے۔ وہ لڑکا ساری رات آپ ﷺ کی دعوت پر غور کرتا رہا، سوچتا رہا۔ صبح ہوئی تو وہ لڑکا جلدی سے حضور ﷺ کے پاس آیا۔

''اے محمد! رات کو آپ نے مجھے کیا کہا تھا؟'' لڑکے نے پوچھا۔

''میں نے یہ کہا تھا کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ تم لات اور عزّیٰ کو معبود نہ مانو اور تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بناؤ۔'' حضور ﷺ نے رات والی بات دُہرائی۔

رات بھر غور وفکر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت اور عظمت اُس لڑکے کے دل میں ڈال دی تھی۔ اس لیے وہ فوراً بول اُٹھا:

''میں آپ کی دعوت کو قبول کرتا ہوں۔'' اور یوں اُس لڑکے نے اسلام قبول کرلیا۔ ①

عفیف کندی ایک تاجر تھے۔ تجارت کے لیے اکثر مکّہ آتے رہتے تھے۔ عباس بن عبدالمطلب سے اُن کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ وہ یمن سے عطر لاکر اکثر حج کے دنوں میں مکّہ میں فروخت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ حج کے دنوں میں آئے ہوئے تھے اور عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک نوجوان قریب کے خیمے سے نکلا اور سورج کو غور سے دیکھنے لگا۔

---

① [مأخذ: البدایة والنهایة، ۵۲/۳، فصل فی ذکر اول من اسلم، ۲۴/۳]

جب سورج مکمل غروب ہو گیا تو اُس نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز پڑھنے لگا، کچھ دیر بعد اُسی خیمے سے ایک بچہ نکلا، بچہ بالغ ہونے کے قریب تھا، اُس نے وضو کیا اور نوجوان کے قریب کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھ لی، کچھ ہی دیر بعد اُس خیمے سے ایک عورت نکلی، وہ بھی وضو کر کے ان دونوں کے پیچھے نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ نوجوان نے رُکوع کیا تو بچے اور عورت نے بھی اُس کی پیروی کی اور رُکوع کیا۔ پھر اُس نوجوان نے سجدہ کیا تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ عفیف کندی حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

''اے عبدالمطلب کے بیٹے! یہ کیا ہو رہا ہے؟'' عفیف کندی نے سوالیہ نظروں سے عباس بن عبدالمطلب کی طرف دیکھا۔ عباس بن عبدالمطلب اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

''جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟'' عباس نے اُس سے پوچھا۔

''نہیں، میں نہیں جانتا۔'' عفیف کندی نے جواب دیا۔

''یہ میرے بھائی عبداللہ کا بیٹا محمد ہے۔ جانتے ہو اس کے ساتھ وہ لڑکا کون ہے؟''

''نہیں۔'' عفیف بولا۔

''یہ لڑکا میرا بھتیجا ہے۔ اس عورت کو جانتے ہو جو ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہے؟''

عفیف نے انکار کیا تو عباس بن عبدالمطلب بولے:

''یہ خدیجہ بنت خویلد ہے، محمد بن عبداللہ کی بیوی۔ محمد کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ایک مذہب دے کر دُنیا میں بھیجا ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا:

''تمھارا رب وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے اس وقت یہ جو کام کر رہے ہیں، اس کا حکم اُسی رب

نے اُنھیں دیا ہے اور خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اس روئے زمین پر ان تینوں کے علاوہ بھی کوئی اس مذہب پر ہوگا۔"

یہ عفیف کندی بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد جب بھی یہ واقعہ بیان کرتے تو ایک سرد آہ بھر کر کہتے:

"کاش...!! ان تینوں کے ساتھ اس وقت چوتھا میں ہوتا۔" (۱)

حضور ﷺ تین سال تک لوگوں کو پوشیدہ طور پر اللہ کی طرف بلاتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

"اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔" (۲)

اس حکم کے بعد حضور ﷺ نے اپنے تمام خاندان والوں کی دعوت کی۔ اُن کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد حضور ﷺ نے سب کو متوجہ کر کے فرمایا:

"میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف خاص طور پر بھیجا ہے اور بقیہ لوگوں کی طرف عام طور پر بھیجا ہے، تم میں سے کون ہے جو اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ میرا مددگار اور دوست بنے گا؟"

آپ ﷺ کی بات سُن کر سب پر خاموشی طاری ہوگئی۔ سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"میں بنوں گا۔"

---

(۱) [مأخذ: مسند احمد، باب: حديث العباس بن عبدالمطلب عنى النبى، ۳۰۶/۳، رقم:۱۷۸۷]

(۲) [الشعراء:آیت: ۲۱٤]

سب نے چونک کر بولنے والے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک لڑکا تھا جو حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔

''اے محمد! میں آپ کا دوست اور مددگار بنوں گا۔''

اُس کا یہ جملہ سُن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اُٹھا۔

''بیٹھ جاؤ!'' آپ ﷺ نے اُس لڑکے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنی بات ایک مرتبہ پھر دُہرائی:

''تم میں سے کون ہے جو اس بات کا وعدہ کرے کہ وہ میرا دوست اور مددگار بنے گا؟'' لیکن اس مرتبہ بھی آپ کے خاندان والوں میں سے کوئی بھی نہ اُٹھا۔

''میں بنوں گا۔''

اُس لڑکے نے پھر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔

''بیٹھ جاؤ! بیٹھ جاؤ!'' آپ ﷺ نے اُسے بٹھا دیا اور تیسری مرتبہ پھر اپنی بات دُہرائی لیکن آپ ﷺ کے خاندان میں سے کسی نے بھی آپ کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ لڑکا تیسری مرتبہ کھڑا ہوا اور بولا:

''میں آپ کا دوست اور مددگار بنوں گا۔''

اُس کی یہ بات سُن کر حضور ﷺ کو بے حد خوشی ہوئی۔ آپ مسکرائے اور خوشی سے اُس کے سینے پر ہاتھ مارا۔[1]

وہ لڑکے حضور ﷺ کے چچازاد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے اُنھوں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اُنھوں نے ابھی تک اپنے والد ابوطالب کو نہیں بتایا تھا کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چھپ کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اُن کے والد ابوطالب نے دیکھ لیا۔

---

① [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ، ۲/۴۶۵-۱۳۷۱]

وہ سمجھ گئے کہ اُن کا بیٹا بھی حضور ﷺ کی پیروی کرنے والوں میں شامل ہو گیا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پوری کر چکے تو خود ہی اپنے والد کے پاس آئے اور بولے:

''ابا جان! میں اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں وہ دین سچا ہے۔ میں نے اُن کی پیروی کی ہے۔''

اپنے بیٹے کی یہ بات سُن کر ابوطالب بولے:

''دیکھو بیٹا! یہ شخص خیر و بھلائی ہی کی دعوت دیتا ہے۔ اس کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔'' ①

حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام سے تقریباً ۹ سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اُن کی تربیت خود حضور ﷺ نے کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت ہی خوب صورت اور جاذبِ نظر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت طاقت وَر تھے۔ جنگ میں جب بھی کسی سے آپ کا مقابلہ ہوا آپ نے اُس کو شکست دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اُن کی شادی حضور ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے والد تھے۔ آپ اُن خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنھیں دُنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

***

---

① [ماخذ: تاریخ طبری، باب: ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ، ۲/۳۱۴]

# جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنے والے

رات کا تیسرا پہر تھا۔ حضور ﷺ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک بچہ گھر میں داخل ہوا۔ بچے نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھنے لگا۔ حضور ﷺ نے بچے کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا تا کہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ وہ بچہ پھر پیچھے ہو گیا۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے اُس بچے سے پوچھا:

"میں نے تمھیں اپنے برابر کھڑا کیا تھا۔ تم پیچھے کیوں ہٹ گئے؟"

بچہ فوراً بولا:

"آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کیا کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑا ہو؟"

حضور ﷺ کو اُس کے جواب پر حیرت ہوئی اور آپ ﷺ نے اُس بچے کو دُعا دی:

"اے اللہ! اسے علم و حکمت اور قرآنِ مجید کی تفسیر سکھا۔" ①

اُمّ المؤمنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا اُس بچے کی خالہ تھیں۔ ایک مرتبہ اُس بچے نے اپنی خالہ کے ہاں رات گزاری۔ رات کو حضور ﷺ گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ نماز پڑھ کر آپ ﷺ سو گئے۔ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ آپ ﷺ تہجد کے لیے بیدار ہوئے۔ آپ ﷺ نے

---

① [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، ۱۵۹/۵، رقم: ۳۰۳۲]

دیکھا کہ کسی نے وُضو کے لیے برتن میں پانی رکھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

''یہ پانی کس نے رکھا ہے؟''

''عبداللہ نے۔'' سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

آپ ﷺ نے دُعا فرمائی:

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔'' ①

حضور ﷺ کے یہ ننھے صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔

یہ ہجرت سے تین سال پہلے عامُ الحزن یعنی غم کے سال پیدا ہوئے۔ یہ وہ سال تھا جب حضور ﷺ اور آپ کے جاں نثار عزیز و اقارب کو مکّہ کے مشرکین نے شعبِ ابی طالب میں قید کر دیا تھا۔ مکّہ کے تمام لوگوں نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ شعبِ ابی طالب میں مسلمانوں نے بہت تکالیف اُٹھائیں۔ کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ مسلمان درختوں کے پتّے کھا کر گزارا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی پیدائش سے پہلے حضور ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی:

''اُمید ہے اللہ تعالیٰ اس بچے کی وجہ سے ہمارے چہروں کو منوّر کرے گا۔''

جب یہ پیدا ہوئے تو اُن کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اُنھیں کپڑے میں لپیٹ کر خوشی خوشی حضور ﷺ

---

① [مأخذ: الصحيح للبخارى، باب: وقع الماء عند الخلاء، ۴۱/۱، الرقم: ۱۴۳، دلائل النبوة للبيهقى ۱۹۲/۶]

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُس بچے کو اپنی گود میں لیا اور اُسے اپنے لعابِ دَہن کی گھٹی دی اور برکت کی دُعا فرمائی۔ ①

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں:

''جہاں تک مجھے معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی اور کو اپنے لُعابِ دَہن سے گھٹی نہیں دی۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ کہا کرتے تھے:

''اے عبداللہ بن عباس! میں نے رسول اللہ ﷺ کو تمھارے لیے دُعا کرتے، تمھارے سر پر ہاتھ پھیرتے اور تمھیں اپنا لُعابِ دَہن چٹاتے ہوئے دیکھا ہے۔'' ②

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابھی تین سال کے تھے کہ مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی، حالاں کہ یہ ابھی چھوٹے تھے لیکن اس کے باوجود اِن کا شمار مہاجرین میں کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہر جگہ حضور ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ یہ ننھے صحابی حضور ﷺ کی رفاقت کو کسی بھی وقت چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کی محبت نے اُن پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ آپ حضور ﷺ کی سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ ہر کام اُسی طرح کرنے کی کوشش کرتے جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ اُنھیں اکثر مختلف نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ حضور ﷺ

---

① [ماخذ: اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن عباس ﷺ، ۳/۲۹۱، رقم: ۳۰۳۷]

② [ماخذ: جامع المسانید، ۶/۱۸۷]

کے ساتھ جانور کی پُشت پر سوار تھے۔آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

''اے لڑکے! میں تجھے چند ایسی باتیں نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دیں، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ نصیحتیں فرمائیں:

*......اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔

*......اللہ کی طرف دھیان کر، تو اُسے سامنے پائے گا۔

*......اللہ کو آسانیوں میں یاد رکھ، وہ تجھے تنگیوں میں یاد رکھے گا۔

*...... جب تو مانگے تو صرف اللہ سے سوال کر۔

*...... جب تو مدد طلب کرے تو صرف اللہ سے مدد طلب کر۔

*...... اگر تمام مخلوق تمھیں کوئی چیز دینا چاہے، وہ نہیں دے سکتی اگر اللہ نے وہ تمھاری قسمت میں نہیں لکھی، اگر تمام مخلوق اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کسی چیز سے محروم کر دے، تم سے کسی چیز کو روک لے اور اللہ نے وہ تمھاری قسمت میں لکھ دی ہے تو وہ نہیں رک سکتی۔

*......صبر میں بہت بھلائی ہے، اگر چہ تم اسے ناپسند کرتے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کی وجہ سے آتی ہے۔

*......کشادگی رنج و مشقت کے ساتھ ہوتی ہے اور تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ ①

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ﷛ اپنے والد حضرت عباس ﷛ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

① [مأخذ: الترغیب والترھیب لقوام السنة،فصل فی ما اعدالله للصابرین،۲/۲۸۹، رقم:۱۶۰۳]

آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آدمی آپ ﷺ سے گفتگو کر رہا تھا۔ اُس آدمی نے حضور ﷺ کو گفتگو میں اتنا محو کیا ہوا تھا کہ حضور ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکے لہٰذا کچھ دیر ٹھہر کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آ گئے۔ راستے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے:

''عبداللہ! کیا تم نے اپنے چچا کے بیٹے کو دیکھا... وہ مجھ سے منہ پھیرے ہوئے تھے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حضور ﷺ کے بارے میں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے ان دونوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوراً بولے:

''ابا جان! اُس وقت حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اُس آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بے حد حیرت ہوئی، کیوں کہ اُنھیں تو حضور ﷺ کے پاس کوئی بھی بیٹھا نظر نہیں آیا تھا۔ اُنھوں نے حیرت سے پوچھا:

''کیا حضور ﷺ کے پاس کوئی بیٹھا ہوا تھا؟''

حضرت عبداللہ نے جواب دیا:

''جی ہاں!''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے پاس کوئی آدمی موجود تھا۔ مجھے عبداللہ نے بتایا کہ آپ کسی

سے گفتگو فرما رہے تھے۔''

یہ سُن کر حضور ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

''کیا تم نے اُس آدمی کو دیکھا تھا؟''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:

''جی ہاں یارسول اللہ! میں نے اُسے دیکھا تھا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔'' ①

یہ انوکھا اعزاز بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حاصل ہوا کہ اُنھوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اُنھوں نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ ②

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قد لمبا تھا۔ آپ بھاری جسم والے تھے۔ چہرہ بے حد خوب صورت اور وجیہ تھا۔ زُلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ جن پر مہندی لگاتے تھے۔ ③

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا سارا بچپن حضور ﷺ کی صحبت میں گزرا۔ اُنھیں صحبتِ نبوی ﷺ میں گزرے ہوئے دنوں کی اکثر باتیں یاد تھیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے

---

① [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند عبدالله بن العباس بن عبدالمطلب ٤١٧/٤، رقم: ٢٦٧٩]

② [ماخذ: السنن الترمذی، کتاب المناقب، الرقم: ٣٨٢٢ باب: مناقب عبدالله ابن عباس رضی اللہ عنہ، ١٥٨/٦]

③ [ماخذ: اسد الغابة، باب: عبدالله بن عباس بن عبدالمطلب، ٢٩١/٣ رقم: ٣٠٣٧]

اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا۔ جب حضور ﷺ سواری پر ٹھیک سے بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر حضور ﷺ نے تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور میرے اُوپر جُھک کر مسکرانے لگے۔ اُس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"جو بھی آدمی سواری پر سوار ہو کر وہ کام کرے جو میں نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجہ ہو کر ایسے ہی مسکرائیں گے جیسے میں تمھیں دیکھ کر مسکرا رہا ہوں۔" ①

ایک مرتبہ یہ گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اچانک حضور ﷺ آتے نظر آئے۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر یہ گھر کے دروازے کے پیچھے چھپ گئے، لیکن حضور ﷺ نے انھیں دیکھ لیا۔ آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر انھیں پکڑا۔ شفقت سے سَر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

"جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ!"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کاتب تھے۔ وحی لکھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے گئے اور انھیں بُلا لائے۔ ②

حضور ﷺ نے جب بچوں کو بیعت فرمایا اُن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار بڑے علماء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ خصوصاً قرآنِ مجید کی تفسیر میں جو مہارت انھیں حاصل تھی وہ بہت کم صحابہ کے حصے میں آئی۔

---

① [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند عبدالله بن العباس بن عبدالمطلب، ١٧٦/٥، رقم:٣٠٥٧]

② [مأخذ: مسند احمد بن حنبل، باب: مسند عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہ، ٢١٧/٥، رقم: ٣١٠٤]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے اُس کے بارے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔'' ①

اُن کے علم کی وجہ سے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اُن کی بے حد عزت کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کم عمر تھے۔ ②

ہوش سنبھالا تو حضور ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا۔ خود فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا:

''آؤ حضور ﷺ کے صحابہ سے احادیث اور مسائل پوچھتے ہیں۔''

اُن صاحب نے تو ہمت نہ کی، میں اکیلا ہی نکل کھڑا ہوا۔ جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ فلاں صحابی نے حضور ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں اُن کے دروازے پر جاتا۔ بعض اوقات وہ صحابی دوپہر کو سوئے ہوتے تو میں اپنی چادر دوہری کر کے اُن کے دروازے پر بیٹھ جاتا۔ ہوا کی وجہ سے مجھ پر مٹی پڑ جاتی۔ جب وہ صحابی باہر نکلتے تو کہتے:

''اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! کیسے آنا ہوا؟ میں اگر سو رہا تھا تو مجھے پیغام بھجوا دیا ہوتا، میں آجاتا۔''

---

① [ماخذ: الشریعة لآجری، باب: ذکر ما انتشر من علم ابن عباس، ۲۲۷۱/۵، رقم: ۱۷۵۶]

② [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب، ۱۳۷/٤، رقم: ۲۲۸۳]

اُن صحابی کی یہ بات سُن کر میں کہتا:

''نہیں! چوں کہ ضرورت مجھے ہے، اس لیے میں ہی آپ کے پاس آیا۔'' ①

حضرت عمر فاروق ﷛ انھیں بڑے بڑے صحابہ کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ مہاجرین نے حضرت عمر فاروق ﷛ سے کہا:

''آپ اِس نوجوان کو تو ہمارے ساتھ مجلس میں بٹھاتے ہیں، لیکن ہمارے لڑکوں کو نہیں بٹھاتے؟''

حضرت عمر فاروق ﷛ نے فرمایا:

''اِس نوجوان کی قابلیت کو تم بھی جانتے ہو۔'' ②

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے 71 سال کی عمر میں ۶۸ ر ہجری کو وفات پائی۔ سعید بن جبیر نے آپ ﷛ کا جنازہ پڑھایا۔ جنازے کے بعد ایک سفید پرندہ کفن میں گھس گیا جو پھر باہر نہ نکلا۔ جب قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو۔

سعید بن جبیر نے فرمایا:

''آج اِس اُمّت کا عالم رُخصت ہو گیا۔''

لوگ دفن کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ غیب سے آواز آئی:

''یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ''

---

① [ماخذ: الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، باب: فضل العلم والتعلم، ٣٢٦/٦ ]

② [ماخذ: الصحيح للبخارى، باب: عالامات النبوة فى الاسلام، ٢٠٤/٤، رقم: ٣٦٢٧ ]

ترجمہ: ''اے اطمینان والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔'' [سورۂ فجر] ①

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار علماء صحابہ میں ہوتا ہے بلکہ آپ کو تو علم کا سمندر اور ترجمانِ قرآن کہا جاتا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اللہ کے لیے وقف کر دی تھی۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ معزز مجلس والا، اُن سے زیادہ سمجھ بوجھ والا، اُن سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ فقہ والے فقہ سیکھنے، قرآن والے قرآن سیکھنے، شعر و بیان والے اپنا فن سیکھنے اُن کے پاس آتے تھے اور وہ اُن سب کو سکھاتے تھے۔'' ②

ایک مرتبہ آپ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ اُٹھ کر چلے گئے تو حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ اِس اُمت کا بڑا عالم ہے۔ اِسے عقل اور سمجھ عطا ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِسے دُعا دی ہے کہ اے اللہ! اِسے دین کی سمجھ عطا فرما۔'' ③

اللہ اُن سے راضی ہو۔ آمین

***

① [مأخذ: المستدرك على الصحيحين للحاكم: ذكر وفاة عبدالله بن عباس، ٦٢٦/٣، رقم: ٦٣١٢]

② [مأخذ: الاصابة فى تميز الصحابة، باب: اصول هذه المدرسة، ٥٦/١]

③ [الطبقات الكبرىٰ، باب: ابن عباس رضى الله عنهما، ٢٨٣/٢]

# جنت کے شہزادے

حضور ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کو خوش خبری دی گئی:

''اے اللہ کے رسول! فاطمہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔''

یہ اطلاع سُن کر حضور ﷺ بے حد خوش ہوئے۔ آپ ﷺ اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے بچے کو اپنی گود میں اُٹھایا اور اپنے لعابِ دہن سے بچے کو گھٹی دی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے خود اس بچے کے کان میں اذان دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے خوشی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرا بیٹا مجھے دکھاؤ... تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم نے تو اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا نام تو ''حسن'' ہے۔''

پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا اور دو دُنبوں کی قربانی کر کے سَر کے بال اُتروائے اور ان کے

ہم وزن چاندی خیرات کی۔ ①

حضرت حسن ﷛ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے ہوئے ابھی تین سال ہی ہوئے تھے کہ حضرت حسن ﷛ پیدا ہوئے۔ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت حسن ﷛ کی پیدائش کے ساتویں دن حضور ﷺ نے اُن کا عقیقہ کیا اور ایک مینڈھا ذبح کیا۔ عقیقے کے دن حضور ﷺ نے حسن ﷛ کے بال اُتروائے اور اُن کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔

ابو جحیفہ ﷛ فرمایا کرتے تھے:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے، حسن بن علی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔'' ②

حضور ﷺ کو حسن ﷛ سے بہت محبت تھی۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضور ﷺ سجدے میں ہوتے اور سجدے کی حالت میں ہی حسن ﷛ حضور ﷺ کی پُشت پر سوار ہوتے۔ جب تک حسن ﷛ خود نہیں اُترتے حضور ﷺ اُنھیں نہیں اُتارتے تھے۔ ③

اُن کے لیے آپ ﷺ سجدہ لمبا فرما دیتے تھے۔کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ حضور ﷺ رُکوع کی حالت میں ہوتے۔حسن ﷛ آتے اور حضور ﷺ کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے گزر جاتے۔ حضور ﷺ اُن کے نکلنے کے لیے اپنی ٹانگیں پھیلا لیتے۔ ③

---

① [ماخذ: اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ، باب: حسین بن علی، ۲۹۹٤، رقم: ٤٦٨٨]

② [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب المناقب، ۳٥٤۳، باب: صفۃ النبی ﷺ ٤/۱۸۷]

③ [ماخذ: مسند احمد، باب: حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلاہ، ۳٤/۹۸، رقم: ۲۰٤٤۸]

③ [ماخذ: تھذالتھذیب، ۲/۲۹٦]

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہوا تھا۔ ایک صحابی نے یہ منظر دیکھا تو اُس کے منہ سے بے اختیار نکلا:

''اے صاحب زادے! تمھاری سواری کتنی اچھی ہے۔''

مُراد یہ کہ تمھیں یہ سعادت مل رہی ہے کہ تم حضور ﷺ کے کندھوں پر سوار ہو۔ اُن صحابی کی یہ بات سُن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔'' ①

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو ایک مرتبہ آپ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک شخص اُٹھا اور بولا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیے فرما رہے تھے:

''جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ حسن سے محبت کرے، جو لوگ یہاں اس وقت موجود ہیں، وہ میری بات اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔''

یہ کہنے کے بعد اُس شخص نے کہا:

''یہ بات آج میں نے اِس بھرے مجمع میں حضور ﷺ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے بتائی ہے۔'' ②

حضور ﷺ کے انتقال کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ③

---

① [ماخذ: السنن الترمذی، مناقب الحسن والحسین رضی اللّٰہ عنھما، باب: مناقب ابی محمد الحسن بن علی، ۱۲۹/۶، رقم:۳۷۸۴]

② [ماخذ: مسند احمد، باب:احادیث رجال من اصحاب النبی ﷺ، ۱۹۲/۳۸، رقم: ۲۳۱۰۶]

③ [اعلام الموقعین ۱۲/۱]

لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ کے کئی مبارک ارشادات یاد تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا:

''رسول اللہ ﷺ کی کچھ باتیں یاد ہوں تو بیان کیجیے!''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایک مرتبہ میں نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں رکھ لی۔ حضور ﷺ کی نظر جیسے ہی مجھ پر پڑی، آپ ﷺ نے وہ کھجور میرے منہ سے نکلوا کر دوبارہ صدقے کی کھجوروں میں رکھوا دی۔ حالاں کہ اس کھجور میں میرا لُعاب بھی لگ چکا تھا۔ کسی نے کہا:

''اے اللہ کے رسول! ایک کھجور ہی تو تھی... کھا لینے دیتے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''آلِ محمد کے لیے صدقہ کھانا حلال نہیں ہے۔''

اور مجھے یہ بات بھی یاد ہے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے:

''جس بات میں تمھیں شک ہو اُسے چھوڑ دو، بے شک سچائی اطمینان کا نام ہے اور شک جھوٹی چیز ہے۔'' ①

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۱ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر 48 سال تھی۔ بعض نے عمر 46 برس بھی بتائی ہے۔

*

---

① [مأخذ: اسد الغابة، باب: الحسن بن علی، ۱/۴۸۹]

ایک رات حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا۔ خواب بہت ہی عجیب و غریب تھا۔ حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی چچی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ صبح ہوئی تو حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میں نے رات خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں ہے۔''

خواب سُن کر حضور ﷺ نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان فرمائی:

''ان شاء اللہ! میری بیٹی فاطمہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور اُس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری تمھاری ہوگی۔'' تعبیر سُن کر حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔ ①

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو اُن کی دیکھ بھال کی ذمہ داری حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا ہی کو دی گئی اور یوں حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کا خواب پورا ہوا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دُوسرے صاحب زادے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایک سال بعد پیدا ہوئے یعنی ہجرت کے چوتھے سال۔ اُن کی پیدائش ۴ رشعبان بروز منگل کو ہوئی۔ حضور ﷺ دیکھنے کے لیے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا:

''میرا بیٹا مجھے دکھاؤ! تم نے اُس کا کیا نام رکھا ہے؟''

---

① [مأخذ: مستدرك حاكم، باب: اول فضائل ابى عبدالله بن الحسين، ۱۹٤/۳، رقم: ٤٨١٨]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! حرب نام رکھا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کا نام حرب نہیں، بلکہ اس کا نام تو حسین ہے۔'' ①

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ شکل وصورت بالکل حضور جیسی تھی۔

حضور ﷺ کو دونوں بھائیوں سے بے حد محبت تھی۔ حضور ﷺ سے ان شہزادوں کی محبت کے واقعات اتنی کثرت سے ملتے ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب بن جائے۔

آپ ﷺ ان دونوں کو بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ یہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو بے چین ہو جاتے۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ایک مرتبہ میں حسن کو حضور ﷺ کے پاس لے کر گئی۔ حسن نے حضور ﷺ کی کمر مبارک پر پیشاب کر دیا۔ مجھے یہ بات ناگوار گزری تو میں نے حسن کی کمر پر مارا۔ حضور ﷺ نے فوراً فرمایا:

''اللہ تم پر رحم کرے، تم نے میرے بیٹے کو کیوں مارا؟'' ②

یعنی حضور ﷺ کو حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کا مارنا ناگوار گزرا۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں کسی کام سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔

---

① [اسدالغابة، باب: محسن بن علی ٤/٢٩٩، رقم: ٤٦٨٨]

② [ماخذ: مسند احمد، باب: حديث ام الفضل امرأة عباس وهي اخت ميمونة، ٤٤/٤٤٥، رقم: ٢٦٨٧٥]

حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ کی گود مبارک میں کوئی چیز تھی جسے آپ ﷺ نے چادر میں چھپایا ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ کیا چیز ہے۔ میں جس کام کے لیے حضور ﷺ کے پاس آیا تھا وہ کام حضور ﷺ کو بتایا۔ اُس کے بعد میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ کی گود میں کیا چیز ہے؟''

حضور ﷺ نے چادر مبارک اُٹھائی تو میں نے دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک پہلو میں حسن کو اور دُوسرے پہلو میں حسین کو چھپایا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اُسامہ! یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اِن سے محبت ہے، تُو بھی اِن سے محبت فرما اور جو اِن سے محبت کرے، اے اللہ! تُو بھی اس سے محبت فرما۔'' ①

ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا:

''اے اللہ کے رسول! آپ کو اپنے گھر والوں میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''حسن اور حسین سے۔'' ②

جب حضور ﷺ کا دل ان دونوں شہزادوں سے ملنے کو چاہتا تو آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے:

---

① [ماخذ: السنن الترمذی، مناقب الحسن والحسین رضی اللّٰہ عنہما باب: مناقب ابی محمد بن الحسن بن علی، ١١٨/٦، رقم:٣٧٦٩]

② [ماخذ: السنن الترمذی، باب: مناقب ابی محمد الحسن بن علی، ١٢١/٦، رقم:٣٧٧٢، البدایة والنھایة، باب: ذکر شی من فضائله، ٥٨٤/١١]

”میرے بیٹوں کو تو میرے پاس بھیجنا۔“

ایک مرتبہ حضور ﷺ قینقاع کے بازار سے لوٹے اور اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو پوچھا:

”بچے کہاں ہیں؟“

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ دونوں بھائی دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے۔ ①

ایک مرتبہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اُبھارتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

”شاباش حسین!“

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حیرت ہوئی، پوچھا:

”آپ نے حسن کو کیوں نہیں کہا؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”جبرئیل علیہ السلام بھی یہی کہہ رہے تھے: ”شاباش حسین!“ ②

آپ ﷺ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف برداشت نہ تھی۔ ان کو دیکھنے روزانہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

---

① [ماخذ: السنن الترمذی، ابواب المناقب، باب: مناقب ابی محمد الحسن بن علی، ۱۲۱/٦، رقم: ۳۷۷۲]

② [ماخذ: الاصابة فی تمییز الصحابة، باب: الحاء مع السین الحسین، ٦٨/٢رقم: ۱۷۲۹]

''حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔'' ①

جب دونوں آتے تو حضور ﷺ اُنھیں سینے سے لگاتے۔ اُنھیں پیار فرماتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں دونوں صاحب زادوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسجدِ نبوی کی طرف آ رہا تھا۔ حضور ﷺ مسجدِ نبوی میں خطبہ اِرشاد فرما رہے تھے۔ دونوں صاحب زادوں نے سرخ قمیصیں زیبِ تن کی ہوئی تھیں۔ اچانک دونوں صاحب زادے گر پڑے۔ حضور ﷺ نے اُنھیں گرتے دیکھا تو آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اُنھیں اپنی گود مبارک میں بٹھا کر واپس منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ②

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ایک کندھے پر حسن رضی اللہ عنہ تھے دُوسرے کندھے پر حسین رضی اللہ عنہ سوار تھے۔

آپ ﷺ کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چومتے تو کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو۔ یوں ہی دونوں صاحب زادوں کو چومتے ہوئے حضور ﷺ ہمارے قریب تشریف لے آئے، پھر فرمایا:

''جسے اِن دونوں سے محبت ہوگی تو وہ مجھ سے بھی محبت کرتا ہوگا، جسے اِن دونوں سے نفرت ہوگی، وہ مجھ سے بھی نفرت کرتا ہوگا۔'' ③

---

① [مأخذ: السنن الترمذی، باب: مناقب ابی محمد الحسن بن علی، ۱۱۷/٦، رقم: ۳۷٦۸]

② [مأخذ: السنن الترمذی، باب: مناقب ابی محمد الحسن بن علی، ۱۲۲/٦، رقم: ۳۷۷٤]

③ [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند ابی هریرة رضی اللہ عنہ، ۲٦۰/۱۳، رقم: ۷۸۷٦]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں:

''میرے اِن دو کانوں نے سنا، میری اِن آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے حضرت حسین کو اُٹھایا ہوا تھا۔ حضرت حسین نے اپنے پاؤں رسول اللہ ﷺ کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اُن پر نظر کا دَم کرتے ہوئے فرمارہے تھے:

''حُذُقَّة حُذُقَّة تَرق عَيَن ................''

یہاں تک کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے پاؤں لاڈ سے رسول اللہ ﷺ کے مبارک سینے پر رکھ دیے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا حضور ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں چوم رہے تھے اور فرمارہے تھے:

''اے اللہ! میں اِس سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی اِس سے محبت کیجیے۔'' ①

کبھی کبھار یوں ہوتا کہ حضور ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے۔ آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آکر آپ ﷺ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے۔ لوگ صاحب زادوں کو منع کرنا چاہتے تو حضور ﷺ اِشارے سے روک دیتے کہ کھیلنے دو!

اور آپ ﷺ سجدہ لمبا فرمادیتے۔ نماز کے بعد جب عرض کیا جاتا:

''اے اللہ کے رسول! آپ نے سجدہ لمبا فرمادیا تھا؟''

---

① ماخذ: المعجم الكبير للطبراني، باب: بقية اخبار الحسن بن على رضى الله عنهما، ٤٩/٣، رقم: ٢٦٥٣ ]

تو حضور ﷺ فرماتے:

"میرے جگر کے ٹکڑے میری کمر پر سوار تھے۔ اس لیے جلدی سجدہ کرنا مجھے اچھا نہ لگا۔" ①

ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اُنھیں پکڑنے کے لیے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ آپ ﷺ بھی اُن کے ساتھ کھیلتے ہوئے پکڑنے کی کوشش کرتے رہے، پھر حضور ﷺ نے ایک ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تھوڑی کے نیچے دیا۔ دُوسرے ہاتھ سے اُن کی گدی پکڑی اور پھر اُن کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا:

"حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں۔" ②

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے اُسے چاہیے کہ وہ حسین بن علی کو دیکھ لے، کیوں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہی فرماتے ہوئے سُنا ہے۔" ③

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ حسن اور حسین سوئے ہوئے تھے۔ حسین نیند سے بیدار ہوئے اور پانی مانگا۔ حضور ﷺ اُٹھے اور مشکیزے سے پیالے میں پانی ڈالا، حسین کو دینے ہی

---

① [ماخذ: السنن الکبریٰ باب: الصبی یترتب علی المصلی ویتعلق بتوبہ۔ ۲/۲۷۳ رقم: ۳٤۲٤]

② [ماخذ: السنن ابن ماجہ، باب: فضل الحسن والحسین ابن علی بن ابی طالب، رقم: ۱٤٤، ۱/۵۱]

③ [ماخذ: البدایہ والنہایہ، باب: ذکر من توفی فی ھذہ السنۃ من الاعیان، ۸/۳۹]

لگے تھے کہ حسن بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور پانی پینے کے لیے آگے بڑھے۔ حضور ﷺ نے حسن کو پیالہ پکڑنے سے منع فرمایا اور حسین کو پانی دے دیا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حیرت ہوئی تو اُنھوں نے پوچھا:

''ابا جان! کیا آپ کو دونوں میں سے حسین سے زیادہ محبت ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''نہیں... یہ بات نہیں ہے، حسین نے پانی پہلے مانگا تھا، اس لیے پہلے اُسے دیا۔''

پھر حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''اے فاطمہ! میں، تم، یہ دونوں (حسن اور حسین) اور یہ سویا ہوا شخص (علی) قیامت کے دن ایک ہی محل میں اکٹھے ہوں گے۔'' ①

حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین دونوں شہزادوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اُن کا احترام کرتے۔ اُن کے ساتھ محبت و شفقت والا معاملہ کرتے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں مسجدِ نبوی سے باہر تشریف لائے۔ مسجدِ نبوی کے پاس ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اُٹھایا اور مسکراتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

---

① [مأخذ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، باب: فی فضل اهل البیت رضی الله عنهم، ۱۷۱/۹، رقم: ۱۵۰۰۴]

''حسن تو حضور ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے، آپ کے بالکل بھی مشابہ نہیں ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سُن کر مسکرانے لگے۔ ①

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ یمن سے بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ کپڑے آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں میں وہ کپڑے تقسیم کیے۔ اُس زمانے میں یمن کا کپڑا پورے عرب میں مشہور تھا، لیکن اُن کپڑوں میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی بھی ایسا کپڑا نظر نہ آیا جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایانِ شان ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن والوں کو فوراً حکم جاری کیا کہ صاحب زادوں کے لیے سب سے عمدہ کپڑے تیار کر کے بھیجے جائیں۔ حکیم کی تعمیل کی گئی۔ بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ لباس بھیجا گیا۔ جب حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے وہ لباس پہنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور فرمایا:

''اب میرا دل خوش ہو گیا ہے۔'' ②

ایک مرتبہ بارش کے فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی:

''محمد ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ اُس دن حضور ﷺ اپنی زوجۂ محترمہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اُس وقت دروازے پر تھیں۔ حضور ﷺ کمرے کے اندر بارش کے فرشتے کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور آتے ہی

---

① [مأخذ: تاریخ الاسلام، حرف الحاء، ٣٤/٤]

② [مأخذ: ابن عساکر، ٣٢٣،٣٢١/٤]

حضور ﷺ کی کمر مبارک پر اُچھلنے کودنے لگے۔ حضور ﷺ نے اُنھیں پکڑا اور چومنے لگے۔ فرشتے نے پوچھا:

”کیا آپ اِس بچے سے محبت کرتے ہیں؟“

حضور ﷺ نے جواب دیا:

”ہاں! کیوں نہیں۔“

فرشتے نے کہا:

”لیکن اِسے تو آپ کی اُمت کے لوگ شہید کر دیں گے، اگر آپ کہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھاؤں جہاں اِنھیں شہید کر دیا جائے گا؟“

حضور ﷺ نے فرمایا:

”دکھاؤ!“

تو فرشتے نے مقامِ کربلا سے ایک مٹھی مٹی بھری اور پیش کر دی۔ وہ سُرخ اور نرم مٹی تھی۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُس مٹی کو پکڑ کر کپڑے میں باندھ لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

”اے اُمِ سلمہ! یہ اُس مقام کی مٹی ہے جہاں میرے بیٹے حسین کو شہید کیا جائے گا، جس دن یہ مٹی خون بن جائے گی سمجھ لینا میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔“

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی ایک کپڑے میں ڈال کر اپنے پاس محفوظ کر لی۔ ①

---

① [ماخذ: دلائل النبوة للبیهقی، باب: ماروی فی اخباره بقتل ابن نبته ابی عبدالله الحسین بن علی٦/٤٦٩]

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں اُٹھائے حاضر ہوئیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی گود میں تھما دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں اُٹھایا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ حضرت اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ہوا ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''ابھی کچھ دیر پہلے جبرئیل میرے پاس آئے تھے، اُنھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے بیٹے حسین کو میری اُمت کے کچھ لوگ شہید کر دیں گے۔''

حضرت اُمِّ الفضل رضی اللہ عنہا نے حیرت سے پوچھا:

''اِس معصوم بچے کو شہید کر دیں گے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! جبرئیل نے مجھے اُس جگہ کی مٹی بھی لا کر دی ہے جہاں حسین کو شہید کیا جائے گا۔'' ①

یہ پیشین گوئی ۱۰ محرم الحرام کو کوفہ کے میدانِ کربلا میں پوری ہوئی جب اسلام کے دُشمنوں اور غداروں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خاندانِ نبوّت کے 32 افراد سمیت شہید کر دیا۔

میدانِ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاندانِ نبوّت کے 32 افراد کے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

① [ماخذ: دلائل النبوة للبیهقی، باب: ماروی فی اخباره بقتل ابن ابنته ابی عبدالله الحسین بن علی۔ ٦/٤٦٩]

کے بیٹے بھی تھے۔ بد بخت حملہ آوروں نے سب کو شہید کر دیا۔ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ زندہ بچے۔ میدانِ کربلا کا واقعہ بہت بڑا سانحہ تھا، بلکہ سب سے بڑا سانحہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں نے ایک دوپہر رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور ﷺ کے بال بکھرے ہوئے تھے اور غبار آلود تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں خون کی ایک شیشی تھی۔ میں نے پوچھا:

''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہ حسین اور اُس کے ساتھیوں کا خون ہے، میں اِسے جمع کر رہا ہوں۔'' ①

کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خواب نظر آیا۔ اس خواب سے ایک دن پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اُن کے ساتھیوں سمیت شہید کر دیا گیا تھا۔ ②

اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو۔

***

---

① [مأخذ: المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب تعبير الرؤيا، ٤٣٩/٤، رقم: ٨٢٠١]

[مأخذ: المعجم الكبير، باب: الحسين بن على بن ابى طالب رضى الله عنهما، ١١٠/٣، رقم: ٢٨٢٢]

② [مأخذ: الاصابة فى تمييز الصحابة، باب: الحاء مع السين، ٧١/٢، رقم: ١٧٢٩]

# میں کیوں بھاگتا!

کچھ بچے مدینے کی گلیوں میں کھیل رہے تھے کہ اچانک اُس گلی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ بچوں نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ڈر کر سب بھاگ گئے، صرف ایک بچہ وہاں کھڑا رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اُنھوں نے بچے سے پوچھا:

''سب بچے بھاگ گئے، تم اُن کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سوال سُن کر بچہ پُر اعتماد لہجے میں بولا:

''نہ تو میں کوئی مجرم ہوں اور نہ ہی یہ راستہ تنگ ہے کہ میں آپ کے لیے راستہ چھوڑنے کے لیے اِس گلی سے چلا جاؤں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بچے کا یہ جرأت مندانہ جواب سُن کر بے حد خوش ہوئے۔ ①

یہ بچے معروف صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ان کی والدہ تھیں۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔

---

① [مأخذ: ابن کثیر، ۲۹۳/۳]

جب کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو کافی عرصہ تک مسلمانوں میں سے کسی کے ہاں بیٹا پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہودیوں نے اس بات کو اُچھالتے ہوئے یہ مشہور کردیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کردیا ہے اور اب مسلمانوں کے ہاں بیٹا پیدا نہیں ہوگا۔ یہودیوں کے پروپیگنڈے سے مسلمان افسردہ اور غم زدہ تھے۔ اِن حالات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ مسلمان اس بچے کی پیدائش سے بے حد خوش ہوئے۔ یوں یہودیوں کے جھوٹ کا پول کُھل گیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بچے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں لیا، اور ایک کھجور منگوائی۔ آپ ﷺ نے کھجور اچھی طرح چبا کر اُس بچے کے منہ میں ڈالی۔ یوں اُس بچے کے پیٹ میں جو سب سے پہلی غذا گئی وہ حضور ﷺ کا مبارک لعابِ دہن تھا۔ اِس کے بعد آپ ﷺ نے اِس بچے کے لیے برکت کی دُعا فرمائی۔ آپ ﷺ نے اِس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔ بچے کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور مدینہ کے چاروں طرف چکر لگایا۔ تاکہ مسلمانوں کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خوش خبری سب مسلمانوں تک پہنچ جائے اور یہودیوں کے پروپیگنڈے کا پول سب کے سامنے کھل جائے۔ ①

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی پیدائش پر مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ اُن کا زیادہ تر بچپن حضور ﷺ کی صحبت میں گزرا۔ حضور ﷺ کی محبت، شفقت اور پیار اُنھیں خوب نصیب ہوا، کیوں کہ

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب العقیقة المولود غداة یولد، باب: تسمیة المولود غداة یولد، ٨٤/٧ رقم: ٥٤٦٩]

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔ اُن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت اور شفقت دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمّ عبداللہ رکھی تھی۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بھی اپنی خالہ سے جُدا ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ بچپن سے ہی بہادر اور نڈر تھے۔

ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشورہ ہوا کہ کیوں نہ بچوں کو بھی حضور ﷺ سے بیعت کروالیا جائے۔ یوں بیعت کی برکت بچوں کو بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس مقصد کے لیے چند بچوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اُن میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بغیر کسی جھجک اور خوف کے آگے بڑھے۔ اُنھیں آگے بڑھتا دیکھ کر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے اِس ننھے صحابی رضی اللہ عنہ سے بیعت لی۔ یوں انھیں بہت کم عمری میں حضور ﷺ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔ ①

حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ اُن دس خوش نصیب صحابہ میں سے ایک ہیں جنھیں حضور ﷺ نے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے والد زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ بہت ہی جری اور جاں باز اور جنگ جُو تھے۔ جنگوں میں اُن کی دلیری، بہادری اور ثابت قدمی مشہور تھی۔

مطلب بہادری، شجاعت حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو ورثے میں ملی تھی۔

---

① [مأخذ: مسند حاکم المستدرك على الصحيحين للحاكم، باب: ذكر عبدالله بن الزبير رضى الله عنهما، ۳ /۶۳۸رقم: ۶۳۴۵]

جب غزوۂ خندق ہوا تب ان کی عمر صرف پانچ سال تھی اور وہ اتنی چھوٹی سی عمر میں غزوۂ خندق میں شامل تھے۔ جنگِ یرموک میں شرکت کے وقت حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بے حد عبادت گزار تھے۔ آپ عربی کے علاوہ بھی متعدد زبانیں جانتے تھے اور مختلف زبانوں میں نہایت آسانی سے گفت گو کر لیتے تھے۔ آپ اتنی کثرت سے عبادت کرتے تھے کہ آپ کو حَمَامَةُ الْمَسْجِدُ یعنی ''مسجد کا کبوتر'' کا لقب دے دیا گیا۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے یوں پُرسکون ہو جاتے جیسے کوئی ستون کھڑا ہو۔ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ ①

ایک مرتبہ بیت اللہ میں سیلاب آ گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما تیرتے ہوئے طواف کر رہے تھے۔ ②

اتنا لمبا سجدہ کرتے تھے کہ چڑیاں اُڑ اُڑ کر کمر پر بیٹھ جاتی تھیں۔ ③

بالکل رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

''اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن الزبیر کی نماز دیکھو۔'' ③

---

① [مأخذ: تاریخ الاسلام، باب: حوادث سنة ثمانين، ٢٥٨/٥]

② [مأخذ: المطر والرعد لابن ابی الدنیا، باب: المطر، ٧٤/١، رقم: ٣١]

③ [مأخذ: ابن اثیر، ٢٩٢/٤]

③ [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند عبدالله بن العباس بن عبدالمطلب، ١٥٣/٤، رقم: ٢٣٠٨]

قرآن بہت عمدہ پڑھتے تھے۔

بہت ہی عمدہ خطیب تھے۔ اپنی تقریروں کے ذریعے عوام کو حضور ﷺ کے اَقوال اور آپ ﷺ کے اَفعال کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے مسجد جایا کرتے تھے۔ مسجد سے دُور ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سن 72 ہجری میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو معروف ظالم حکمران حجاج بن یوسف نے مکّہ میں بے دردی سے شہید کیا۔

اللہ حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے راضی ہو۔

***

# لاڈلے صحابی رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ قبیلہ بنومخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ اسلام میں چوری کی سزا جو حاکمِ وقت کی طرف سے جاری ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، لہٰذا جب یہ مقدمہ حضور ﷺ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو اسلامی قانون کے مطابق اُسے یہی سزا سنائی گئی کہ اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، جب کہ اُس عورت کے قبیلے والے چاہتے تھے کہ اُسے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائے، لیکن کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ حضور ﷺ کے سامنے یہ بات کہہ سکے۔ قبیلہ بنومخزوم والے سوچنے لگے کہ کس کے ذریعے سفارش کروائی جائے۔ سب کے ذہن میں ایک ہی صحابی کا نام آیا کہ اگر وہ سفارش کریں تو اُمید ہے کہ حضور ﷺ اُن کی سفارش رَدّ نہیں فرمائیں گے، سب جانتے تھے کہ وہ تو حضور ﷺ کے لاڈلے صحابی ہیں۔ اُن صحابی رضی اللہ عنہ نے سفارش کی۔ حضور ﷺ کو اُن کا سفارش کرنا ناگوار گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے ایک قانون کے بارے میں سفارش کر رہے ہو؟ (یعنی تم اپنی سفارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قانون میں تبدیلی کروانا چاہتے ہو؟)''

اِس کے بعد حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم سے پہلے لوگ بھی اسی وجہ سے (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ہلاک ہوئے۔ اگر کوئی عزت دار (امیر) چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے (یعنی سزا نہیں دیتے تھے) اور اگر کوئی کم مرتبے کا

آدمی (یعنی غریب) چوری کرتا تھا تو اُس پر سزا نافذ کر دیتے تھے۔“

بنو مخزوم کی اُس عورت کا نام فاطمہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“ ①

حضور ﷺ کے یہ لاڈلے صحابی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ اُن کے متعلق حضور ﷺ فرمایا تھا:

”جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ اُسامہ سے محبت کرے۔“ ②

حضور ﷺ اُن سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حضور ﷺ کو اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی، لیکن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اِس محبت میں بھی دونوں صاحب زادوں کے ساتھ شریک تھے۔ حضور ﷺ ایک زانو پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور دُوسرے زانو پر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھاتے اور دونوں کو خود سے چمٹا کر فرمایا کرتے تھے: ”اے اللہ! میں اِن دونوں پر رحم کرتا ہوں، تُو بھی اِن پر رحم فرما۔“ ③

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

”اے اللہ! میں اِن سے محبت کرتا ہوں، تُو بھی اِن سے محبت فرما۔“ ④

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، رقم: ٤٣٠٤، ١٥١/٥]

② [ماخذ: مسند احمد، مسند صدیقہ عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہما ١٣٣/٤٢، رقم: ٢٥٢٣٤]

③ [ماخذ: مسند احمد بن حنبل، باب: حدیث اسامۃ بن زید حب رسول اللہ ﷺ، ١٢٢/٣٦، رقم: ٢١٧٨٧]

④ [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ٢٦/٥، رقم: ٣٧٤٧]

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور حضور ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا شمار بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔
حضور ﷺ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بھی محبت تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"اس لڑکے کا باپ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اب یہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔" ①

ایک مرتبہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما چوکھٹ پر گر پڑے اور پیشانی پر زخم آ گیا۔
حضور ﷺ نے دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"اِس کا خون صاف کر دو۔"

حضرت اُسامہ بن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خون سے کراہت محسوس ہوئی تو حضور ﷺ خود اُٹھے اور زید رضی اللہ عنہما کی پیشانی سے خون صاف کیا اور پھر زخم پر اپنا لعابِ دہن لگایا۔ ②

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا بچپن حضور ﷺ کی مبارک صحبت میں گزرا تھا۔ حضور ﷺ اُن سے مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف فرما تھیں۔ حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اگر اُسامہ لڑکی ہوتی تو میں اِسے خوب زیور پہناتا، اِس کا بناؤ سنگھار کرتا تاکہ یہ اپنی

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب زید بن حارثہ، ۲۳/۵، رقم: ۳۷۳۰]

② [ماخذ: طبقات ابن سعد، ص: ٤٦/٤، باب: اسامہ الحب بن زید]

خوب صورتی اور حسن کی وجہ سے مشہور ہو جاتی اور پھر دُور دُور سے اس کے رشتے آتے۔'' ①

اِس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کتنی محبت تھی اور یہ حضور ﷺ کے کتنے لاڈلے تھے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے راز دار تھے۔ آپ ﷺ اُن پر اعتماد فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اُن سے مشورہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے پاس جو چیز بھی اچھی اور قیمتی آتی آپ ﷺ وہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دے دیتے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے معروف صحابی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں ایک قیمتی جوڑا بطورِ تحفہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''میں مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا، لیکن اب چوں کہ تم لا چکے ہو اس لیے خرید لیتا ہوں۔'' چناں چہ حضور ﷺ نے پچاس دینار کا وہ جوڑا خرید کر پہن لیا۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضور ﷺ نے وہ جوڑا پہن کر جمعہ پڑھایا اور پھر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عنایت فرما دیا۔ ②

چوں کہ حضور ﷺ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو محبوب تھے اِس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اُن کا احترام کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ عزّت سے پیش آتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے شاہِ بصریٰ کی طرف حضرت حارث بن عمیر اَزدی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شاہِ بصریٰ تک حضور ﷺ کا پیغام پہنچا کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں شرجیل بن عمر غسانی نامی سردار نے اُنھیں شہید کر دیا۔

---

① [ماخذ: طبقات ابن سعد، ص: ٤٦/٤، باب: اسامة الحب بن زيد]

② [ماخذ: ابن سعد، ص: ٤٨، باب: اسامة الحب ابن زيد ٤٨/٤]

حضور ﷺ نے حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ ان بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کا حضور ﷺ کو بے حد دُکھ ہوا۔ ان شہداء کے انتقام کے لیے حضور ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ایک لشکر روانہ کیا۔ امیر بنا کر دراصل حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی دل جوئی کی گئی تھی، کیوں کہ اُن کے والد شہید کیے جا چکے تھے۔ انتقام کا جو جذبہ اُن کے دل میں تھا، کسی اور کے دل میں نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا، تیاری میں تھا کہ حضور ﷺ بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اتنا اَثر تھا کہ بیماری کے باوجود حضور ﷺ نے لشکر کی روانگی ملتوی نہ فرمائی۔ بیماری کی حالت میں ہی اپنے ہاتھ سے جھنڈا مرحمت فرما کر لشکر کو روانہ کیا۔ لشکر مدینے سے روانہ ہوا۔

پہلی منزل مقامِ جرف تھی۔ یہ مدینہ کے قریب ہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سعد بن زید رضی اللہ عنہ، قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جیسے بڑے بڑے صحابۂ کرام شامل تھے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ بڑے بڑے مہاجر صحابہ پر ایک لڑکے کو امیر بنا دیا ہے۔ جب اِس اعتراض کی خبر حضور ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ کو بے حد دُکھ ہوا۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے سرِ مبارَک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ منبر پر بیٹھ چکے تو فرمایا:

"مجھے اِطلاع ملی ہے کہ لوگ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے امیر بننے پر اعتراض کر رہے

ہیں۔ لوگوں کا یہ اعتراض کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے جب اُسامہ کے والد زید بن حارثہ کو امیر بنایا گیا تھا تو لوگوں نے یہی اعتراض کیا تھا۔ خدا کی قسم! زید بن حارثہ امیر بننے کا حق دار تھا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا اُسامہ بن زید بھی امیر بننے کا حق دار ہے۔ مجھے اس کے باپ زید سے محبت تھی۔ اُسامہ بن زید بھی مجھے محبوب ہے، اِس لیے تم لوگ اُسامہ بن زید کے ساتھ بھلائی والا معاملہ کرو۔ بے شک وہ تمھارے بہترین لوگوں میں سے ایک ہے۔"

یہ تقریر کرنے کے بعد حضور ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ لشکر کی پہلی منزل مقامِ جرف چوں کہ قریب ہی تھی، اِس لیے لشکر میں شامل ہونے والوں کا سلسلہ جاری تھا۔ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پھر مقامِ جرف کی طرف رُخصت ہو جاتے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کا مرض بڑھ گیا تھا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حاضر ہو کر بوسہ دیا۔ حضور ﷺ بالکل خاموش تھے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے دُعا فرمانے کے لیے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے۔ اُس دن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما واپس آگئے۔ دُوسرے دن پھر دیکھنے آئے۔ اُس دن حضور ﷺ کی طبیعت مبارک ٹھیک تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو روانگی کا حکم دیا۔ چناں چہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے فوج کو روانگی کا کہا۔ لشکر ابھی روانہ بھی نہ ہو پایا تھا کہ حضور ﷺ کے انتقال کی خبر آ گئی۔ چناں چہ روانگی کو ملتوی کر دیا گیا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی حضور ﷺ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے اور حضور ﷺ کو قبر میں اُتارنے کا شرف حاصل ہوا۔ ①

---

① [مأخذ: طبقات ابن سعد، باب: سيرية اسامة بن زيد بن حارثه،۲/۱٤٥]

چوں کہ حضور ﷺ بار بار لشکرِ اُسامہ کو روانگی کی تاکید فرما چکے تھے، اِس لیے حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضور ﷺ کے مبارک فرمان کو پورا کرنے کے لیے فوراً لشکرِ اُسامہ کو روانگی کا حکم دیا۔

میدانِ جنگ میں پہنچ کر اس لشکر نے دُشمن سے زبردست مقابلہ کیا اور بزرگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قاتلوں سے بھرپور انتقام لیا۔ فتح کی خوش خبری سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے حد خوش ہوئے۔ لشکر واپس آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے باہر نکل کر استقبال کیا۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ایک شان سے مدینے میں داخل ہوئے حضرت بریرہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا ہوا تھا اور لشکر کے آگے آگے لہراتے ہوئے آرہے تھے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے گھوڑے ''سبحہ'' پر سوار تھے۔ مدینے میں داخل ہوتے ہی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مسجد گئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر گھر تشریف لے گئے (۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اُنھوں نے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے وظائف مقرر کیے تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ اڑھائی ہزار اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار مقرر فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اِس فرق پر بڑی حیرت ہوئی۔ اُنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''میں تمام غزوات میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے شانہ بہ شانہ لڑتا رہا اور میرے والد

---

(۱) [مأخذ: طبقات ابن سعد، باب: سرية اسامة بن زيد بن حارثه، ۲/۱٤۷]

(یعنی آپ) بھی اُسامہ بن زید کے والد سے کبھی پیچھے نہیں رہے تو پھر یہ فرق کیوں ہے؟"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"تمھاری بات درست ہے بیٹے! لیکن حضور ﷺ اِن کو تم سے اور اِن کے والد کو تمھارے والد سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔" ①

یہ جواب سُن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے حضور ﷺ کی طرح محبت کرنے لگے۔

اِس واقعے کے برسوں بعد ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک کونے میں کھڑا ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے پوچھا:

"یہ آدمی کون ہے؟"

تو ایک آدمی نے کہا:

"اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ اُنھیں نہیں پہچانتے؟ یہ اُسامہ بن زید کے بیٹے محمد ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ سُن کر سر جھکا لیا اور زمین کو کرید کر کہنے لگے:

"حضور ﷺ اس کو دیکھتے تو اسے بھی محبوب رکھتے۔"

یعنی اگر آج حضور ﷺ ہوتے تو ضرور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے بیٹے سے محبت کرتے۔ ②

---

① [مأخذ: مستدرك حاكم، باب: ذكر عبدالله بن عمر الخطاب، ٦٤٥/٣، رقم: ٦٣٦٧]

② [مأخذ: الصحيح للبخارى، كتاب المناقب، ذكر أسامه، ٢٤/٥، رقم: ٣٧٣٤]

حضور ﷺ کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے۔ کئی مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ سفر کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا، اِس لیے حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا زیادہ موقع ملتا تھا۔ اکثر وضو وغیرہ کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ ①

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی آغوش میں تربیت پائی تھی، اِس لیے تعلیماتِ نبوی ﷺ کا اُن پر خاصا اَثر تھا۔ ②

حضور ﷺ کی وفات کے وقت اُن کی عمر بیس سال تھی۔ ③

اُنھوں نے چاروں خلفاء کا دور دیکھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں 54 ہجری میں مدینہ طیبہ کے قریب مقامِ جرف میں وفات پائی۔ وفات کے بعد اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقامِ جرف سے مدینہ لایا گیا۔ وفات کے وقت اُن کی عمر 60 سال تھی۔ ④

اللہ ان سے راضی ہو۔ آمین!

***

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب الوضوء، باب: الرجل یوضی صاحبه، ۴۷/۱، رقم: ۱۸۱]

② [ماخذ: تهذیب والتهذیب، ۲۰۸/۱]

③ [ماخذ: طبقات ابن سعد، باب: اسامة الحب بن زید، ۵۴/۴]

④ [ماخذ: طبقات ابن سعد، باب: اسامة الحب بن زید، ۵۴/۴]

# اسی طرح فیصلہ کروں گا

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس طائف سے انگور آئے۔ آپ ﷺ کے پاس اُس وقت ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے انگوروں کے دو خوشے اُس بچے کو دیے اور فرمایا:

''ایک خوشہ تمھارا اور دُوسرا تمھاری والدہ کا۔''

بچے نے دونوں خوشے پکڑے اور گھر کی طرف چل دیا۔ اپنا خوشہ کھایا۔ انگور بہت میٹھے اور مزے دار تھے، اس لیے دُوسرا خوشہ بھی چٹ کر گیا۔ گھر جا کر والدہ کو انگوروں کی بھنک بھی نہ پڑنے دی۔ کچھ دنوں کے بعد حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

''اپنی والدہ کو انگور دے دیے تھے نا؟''

بچے کے منہ سے بے ساختہ نکلا:

''نہیں... وہ دونوں خوشے تو میں نے خود ہی کھا لیے تھے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''اچھا!!... مکار!'' (١)

(١) [مأخذ: الاستيعاب في معرفة الاصحاب، باب نعمان بن بشير بن سعد بن ثعلبه، ١٤٩٧/٤]

اس بچے کا نام نعمان بن بشیر تھا۔ یہ ہجرتِ مدینہ کے چودھویں مہینے ربیع الثانی سن ۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد انصار میں یہ سب سے پہلے بچے تھے۔ ①

ان کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا شمار بڑے رُتبے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ اُن کی والدہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ ②

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے نعمان سے بے حد محبت تھی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کو بھی اپنے اس بیٹے سے خصوصی لگاؤ تھا۔ میاں بیوی اکثر اپنے لاڈلے بیٹے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اپنے بیٹے کے لیے حضور ﷺ سے دُعا کرواتے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی والدہ کو تو اُن سے اتنی محبت تھی کہ وہ اپنی تمام جائداد اکیلے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے نام کروانا چاہتی تھیں۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے اپنے شوہر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی اس بات پر راضی کر لیا اور اس بات پر گواہ بنانے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں دونوں حاضر ہوئے۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! آپ گواہ رہیں میں اپنی تمام دولت اور جائداد اپنے اس بیٹے نعمان کے نام کرتا ہوں۔''

حضور ﷺ نے پوچھا:

''کیا تم نے اس کے دُوسرے بھائیوں (یعنی اپنی بقیہ اولاد) کو بھی حصہ دیا ہے؟''

① [مأخذ: جامع المسانيد والسنن، باب: النعمان بن بشير بن سعد بن ثعلبة، ۲۷۵/۸، رقم: ۱۸٤٤]

② [مأخذ: أسد الغابة في معرفة الصحابة، باب: النون مع العين، النعمان بن بشير، ۳۱۰/۵، رقم: ۵۲۳۷]

حضرت بشیر بن سعد ؓ نے عرض کیا:

"نہیں یارسول اللہ! دُوسروں کو تو حصّہ نہیں دیا۔ میں جائداد صرف نعمان ہی کے نام کروانا چاہتا ہوں۔"

یہ سُن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ تو ظلم ہے اور میں ظلم کی گواہی نہیں دیتا۔" ①

یہ سُن کر حضرت بشیر ؓ اپنے اس ارادے سے باز آگئے۔ ②

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بہت چھوٹی عمر ہی میں حضور ﷺ کی خدمت میں آنا شروع کر دیا تھا۔ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرما رہے ہوتے تو یہ منبر کے قریب ہونے کی کوشش کرتے۔ غور سے حضور ﷺ کی باتیں سنتے۔ انھیں یاد رکھنے کی کوشش کرتے۔ ③

بچپن ہی سے نماز کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ شب قدر کی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاگنے اور نمازیں پڑھنے کا شرف انھیں حاصل تھا۔ ④

آپ بیان بہت عمدہ کرتے تھے۔ گفتگو فصاحت و بلاغت سے پُر ہوتی۔ اندازِ گفتگو بہت شیریں و عمدہ تھا۔ سماک بن حرب کہتے ہیں:

---

① [مأخذ: مسند احمد، باب: حديث النعمان بن بشير عن النبی ﷺ، ۳۰/۳۱۴، رقم: ۱۸۳۶۳]

② [مأخذ: مسند احمد، باب: حديث النعمان بن بشير عن النبی ﷺ، ۳۰/۳۰۷، رقم: ۱۸۳۵۸]

③ [مأخذ: مسند، باب: حديث النعمان بن بشير عن النبی ﷺ، ۳۰/۳۱۹، رقم: ۱۸۳۶۷]

④ [مأخذ: مسند، ۴/۲۷۲]

’’میں نے بہت سے لوگوں کے خطبے سنے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو سب خطیبوں میں عمدہ پایا۔‘‘ ①

مشہور مؤرخ طبری کہتے ہیں:

’’حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بے حد بُردبار، عابد اور عافیت پسند تھے۔‘‘ ②

حضور ﷺ کی وفات کے وقت اُن کی عمر صرف 8 سال اور 7 ماہ تھی، اس کے باوجود اُن کو بہت سی احادیثِ مبارکہ یاد تھیں۔ ایک قول کے مطابق اُنھیں 124 احادیث یاد تھیں۔ ③

سن ۵۹ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُنھیں کوفہ کا گورنر بنایا۔ یہ تقریباً 9 ماہ تک کوفہ کے گورنر رہے۔ جب بھی کسی مقدمے کا فیصلہ کرتے تو احادیث کا حوالہ دیتے۔ ایک مرتبہ ایک مقدمہ پیش ہوا تو فرمایا:

’’میں اس مقدمے کا فیصلہ اُس طرح کروں گا جس طرح حضور ﷺ نے اس طرح کے ایک مقدمے کا کیا تھا۔‘‘ ④

بہت ہی نرم اور اعلیٰ اَخلاق والے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو بدبخت خالد بن عدی نے حمص کے نواح میں واقع بیران نامی گاؤں میں شہید کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر 64 سال تھی۔ ⑤

اللہ اُن سے راضی ہو۔ آمین!

***

---

① [ماخذ: تهذيب التهذيب، باب: من اسمه النعمان، ١٠/٤٤٨]

② [ماخذ: تاريخ طبری، خطبة رسول الله ﷺ فی اول جمعة]

③ [ماخذ: تاريخ طبری، ذکر خبر عن مراسلة الكوفيين، الحسين، ٢/٤٠١، ٥/٣٦٥]

④ [ماخذ: مسند احمد بن حنبل، باب: حديث النعمان بشير عن النبی، ١٠/٣٤٦ رقم: ١٨٣٩٧]

⑤ [ماخذ: يعقوبی، صفحه نمبر ٣٠٥، جلد نمبر ٢، الاستيعاب، باب: النعمان بن بشير بن سعد، ٤/١٥٠٠، رقم: ٢٦١٤]

# اذان دینے والے

حضور ﷺ غزوۂ حنین سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ نماز کا وقت ہو چلا تھا۔ لشکر کے مؤذن نے اذان دی۔ مؤذن اذان دے کر فارغ ہوا ہی تھا کہ اچانک ایک جانب سے اذان کی آواز سنائی دی۔ آواز بہت ہی خوب صورت اور دل کش تھی۔ اذان دینے والے کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اذان کا مذاق اُڑانے کے لیے اذان دے رہا ہے، لیکن اس کے باوجود آواز میں موجود دل کشی اور خوب صورتی نے سب کو متاثر کیا۔ حضور ﷺ نے صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا:

"اس اُذان دینے والے کو میرے پاس لاؤ!"

کچھ دیر بعد صحابۂ کرام ؓ چند لڑکوں کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا:

"ابھی اذان کس نے دی تھی؟"

سب لڑکوں نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے اُس لڑکے کو روک کر اُس کے ساتھیوں کو واپس بھیج دیا، پھر حضور ﷺ نے اُس لڑکے سے فرمایا:

"مجھے بھی اذان سناؤ!"

لڑکا شش و پنج میں مبتلا ہو گیا، کیوں کہ اُسے تو اذان یاد ہی نہیں تھی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے اپنے دوستوں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک اُسے مؤذن کی آواز سنائی دی

تو مسلمانوں کی اذان کا مذاق اُڑانے کے لیے اُس نے بھی اذان کے چند بول اُونچی آواز میں کہہ دیے۔

حضور ﷺ بھی سمجھ گئے کہ اسے مکمل اذان یاد نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اذان کے الفاظ اُس کے سامنے دُہرا دیے۔ اُس لڑکے نے جب دوبارہ توجّہ سے اذان کے الفاظ سُنے تو اُسے وہ الفاظ یاد ہو گئے اور اُس نے اذان دینا شروع کی۔ جب وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ پر پہنچا تو یہ کلمات زبان کے ساتھ ساتھ اُس کے دل سے بھی نکلے اور اسلام کی عظمت اور محبت اُس کے دل میں بیٹھ گئی اور اُس نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے اُسے ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی، پھر حضور ﷺ نے اُس کی پیشانی سے لے کر ناف تک اپنا ہاتھ پھیرا اور اُسے برکت کی دُعا دی۔ ①

یہ لڑکے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اصل نام اوس بن معیر تھا، لیکن اپنی کنیت ابو محذورہ سے ہی مشہور ہوئے۔ ②

اسلام قبول کرنے کے بعد اُنھوں نے حضور ﷺ سے گزارش کی:

"یارسول اللہ! مجھے مکّہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت فرما دیجیے!"

حضور ﷺ نے اُن کی درخواست قبول فرمائی۔ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اجازت ملنے پر مکّہ چلے گئے اور مکّہ مکرّمہ میں مستقل اذان دینے کی خدمت سرانجام دینے لگے۔ ③

---

① [مأخذ: الاستيعاب في معرفة الاصحاب ، باب: ابو محذورة المؤذن القرشي، ١٧٥٢/٤]

② [مأخذ: اسدالغابة في معرفة الصحابة، باب: الف مع الواو، ابو محذورة، ٢٧٣/٦ رقم: ٦٢٢٩]

③ [مأخذ: الاستيعاب في معرفة الاصحاب، باب: ابو محذورة المؤذن القرشي الجمعي، ١٧٥٣/٤]

اُن کی آواز بہت ہی خوب صورت تھی۔ اذان اتنے دل کش انداز میں دیتے تھے کہ سننے والے مبہوت ہو کر رہ جاتے۔ اُن کی اذان اتنی مشہور ہوئی کہ عربی شعراء اپنے اشعار میں اُن کی قسمیں کھاتے۔ رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ بڑے بڑے بال رکھا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا:

''آپ اپنے بال کیوں نہیں کٹواتے؟''

بولے: ''میں اِن بالوں کو کبھی بھی نہیں کٹواؤں گا، کیوں کہ ان بالوں کو رسول اللہ ﷺ نے چھوا ہے اور برکت کی دُعا دی ہے۔'' ①

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ چوں کہ مکّہ کے مؤذّن تھے اس لیے ہمیشہ مکّہ ہی میں رہے۔ مکّہ ہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۵۹ ہجری میں وفات پائی۔

اللہ اُن سے راضی ہو۔ آمین!

***

① [ماخذ: اسد الغابة فی معرفة الصحابة، جلد: ۱، باب: الف مع الواؤ اوس بن معیر ۱۰ /۳۲۹، رقم: ۱۳۲٤، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، باب: اوس بن معیر بن لوذان ۱/۱۲۱ ]

# ننھے صحابہؓ

ایک بچہ انصار کے باغات میں جا کر پتھر سے کھجوریں گرار ہا تھا۔ انصار اُس کی اِس حرکت سے تنگ تھے۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے بچے کو کھجوریں توڑتے ہوئے پکڑ لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا:

''اِسے چھوڑ دو۔'' اُنھوں نے اسے چھوڑ دیا۔

حضور ﷺ نے پوچھا:

''اے لڑکے!...ڈھیلے کیوں مارتے ہو۔''

بچہ تھا لہٰذا معصومیت سے بولا:

''کھجوریں کھانے کے لیے۔''

یہ بے ساختہ جملہ سُن کر حضور ﷺ مسکرا اُٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو کھجوریں خود بخود زمین پر گر جاتی ہیں وہ اُٹھا کر کھا لیا کرو، لیکن دیکھو! ڈھیلے مت مارا کرو۔''

پھر حضور ﷺ نے اُس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی:

''اے اللہ!...اس کا پیٹ بھر دے۔''

یہ ننھے صحابی رافع بن عمر الغفاری رضی اللہ عنہ تھے۔ ①

---

① [مأخذ: اسد الغابة فی معرفة الصحابه، باب: رافع بن عمرو بن مجدع ۲/۲۳۸، رقم: ۱۵۹۰]

قبیلہ تجیب کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
جب وفد کے لوگ واپس جانے لگے تو حضور ﷺ نے سب کو تحائف دیے۔ پھر حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا:

''تم میں سے کوئی آدمی ایسا تو نہیں رہ گیا جسے تحفہ نہ ملا ہو؟''

اُنھوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول!... ایک لڑکا رہ گیا ہے... اُسے ہم اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ آئے تھے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اِسے بھی لے آؤ۔''

قبیلے والے اُسے بھی لے آئے۔ لڑکا حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ!... آپ نے میری قوم پر بہت عنایت کی... انھیں تحائف دیے... مجھے بھی کچھ عنایت کر دیجیے۔''

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تم کیا چاہتے ہو؟''

لڑکا بولا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ!... میں جانتا ہوں... میری قوم کے لوگ اسلام کی محبت میں یہاں آئے ہیں، لیکن میری خواہش ان کی خواہش سے الگ ہے۔''

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تمہاری کیا خواہش ہے؟''

لڑکے نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول!... میں تو اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل کو غنی کر دے۔'' آپ ﷺ نے اُس کے لیے یہی دُعا فرمائی اور اُسے تحفہ بھی عطا فرمایا۔

اگلے سال جب حضور ﷺ حج کے لیے تشریف لے گئے تو قبیلہ تجیب کے لوگ منیٰ میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فوراً پوچھا:

"اُس لڑکے کا کیا حال ہے۔"

لوگوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول!... اس لڑکے سے زیادہ قناعت کرنے والا آدمی ہم نے آج تک نہیں دیکھا... اگر دُنیا بھر کی دولت بھی اُس کے سامنے تقسیم کی جا رہی ہو تو وہ آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔" یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ اسی طرح کرے۔"

☆

ایک بچے کے ماں باپ کافر تھے کہ اُن میں سے ایک مسلمان ہو گیا۔

اسلامی فقہ کا قانون ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اُن دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دونوں کے درمیان علیحدگی ہوگئی۔

دونوں میں اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ بچہ کس کے پاس رہے گا۔ مسلمان کا کہنا تھا کہ بچہ میرے پاس رہے گا۔ جب کہ کافر کا اصرار تھا کہ بچے کو میں رکھوں گا۔ جھگڑا بڑھا تو دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور دونوں نے حضور ﷺ کے سامنے وعدہ کیا کہ حضور ﷺ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے اُنھیں منظور ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "بچہ دونوں میں سے جس کے پاس رہنا چاہے گا اُسی کو ملے گا۔"

یہ سُن کر بچے نے کافر کی طرف قدم بڑھایا۔ حضور ﷺ نے دُعا فرمائی:

"اے اللہ!... اِس بچے کے دل میں مسلمان کی محبت ڈال دے۔" بچے کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے اور وہ ماں باپ میں سے جو مسلمان تھا اُس کی طرف چلا گیا۔

☆

ایک مرتبہ قبیلہ ہذیم کا وفد مدینہ منورہ آیا۔ وفد نے اپنے خیمے مدینے سے باہر لگائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور ﷺ اُس وقت ایک مسلمان کی نمازِ جنازہ ادا کر رہے تھے۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے وفد کے لوگوں سے بات چیت شروع کی۔ اتنے میں ایک لڑکا آیا۔ قبیلے والوں نے کہا:

"اے اللہ کے رسول!... یہ لڑکا ہم سب میں چھوٹا ہے۔ یہ ہمارا خادم ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے چھوٹا بڑوں کا خادم ہوتا ہے۔"

حضور ﷺ نے اس لڑکے کو برکت کی دعا دی، اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ اس بچے نے چھوٹی سی عمر میں ہی قرآن مجید یاد کرلیا اور وہ قرآن مجید کو سمجھنے والا بن گیا، یہاں تک کہ اس قبیلے میں کوئی بھی اُس سے زیادہ قرآن سمجھنے والا نہیں تھا۔

☆

ایک بچہ اکثر بیمار رہتا تھا۔ مکہ فتح ہوا تو بچے کی خالہ بچے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! یہ بچہ بہت بیمار رہتا ہے اِس کے لیے دُعا فرمائیے۔"

حضور ﷺ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔ فارغ ہو کر حضور ﷺ نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اُس کے لیے دُعا فرمائی۔

حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے والے اِس ننھے صحابی کا نام سائب بن یزید رضی اللہ عنہ تھا۔

☆

ایک خستہ حال بچہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میرے باپ کے مرنے کے بعد ابو جہل نے میرے باپ کے سارے مال پر قبضہ کرلیا ہے۔ ابو جہل اُس مال سے مجھے کچھ بھی نہیں دیتا۔ میں اپنا جسم ڈھانپنے کے لیے بھی ابو جہل کا محتاج ہوں۔''

اُس کی بات سن کر حضور ﷺ اُسی وقت اُس یتیم بچے کے ساتھ چل دیے۔ آپ ﷺ نے اُس بچے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ آپ ابو جہل کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو جہل نے آنے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے رُعب سے فرمایا:

''اس بچے کا حق اُسے دے دو۔''

ابو جہل نے فوراً اُس بچے کا مال واپس کر دیا۔ حضور ﷺ واپس تشریف لے گئے تو قریش کے سردار ابو جہل پر طنز کرتے ہوئے بولے:

''کیا تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے... جو تم نے محمد کے حکم کو آسانی سے مان لیا۔''

اس پر ابو جہل بولا:

''نہیں... میں اپنے دین پر قائم ہوں، لیکن جب محمد نے مجھے مال واپس کرنے کا حکم دیا تو مجھ پر

ایک خوف طاری ہو گیا اور اس خوف کی وجہ سے میں نے مال واپس کر دیا۔"

☆

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا۔ سردی کا موسم تھا۔ بچے کے بدن پر کوئی گرم کپڑا نہ تھا۔ وہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اُس کا حال پوچھا تو بچہ بولا:

"میں ایک یتیم ہوں اور ایک کافر کا غلام ہوں... میرا کافر مالک مجھ پر بہت ظلم کرتا ہے۔"

یہ سن کر حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے اُسے کپڑا اوڑھایا اور اُسے تسلی دی۔

دُوسرے دن دیکھا وہی بچہ بہت بھاری سامان اُٹھائے جا رہا تھا۔ بوجھ کی وجہ سے اُس کی گردن ٹیڑھی ہو رہی تھی۔ حضور ﷺ نے اُس بچے کا بوجھ اپنے کندھے پر اُٹھایا اور جہاں اُس نے جانا تھا وہاں پہنچا دیا۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے بچے!... جب کبھی مصیبت یا تکلیف میں ہو تو محمد کو اپنی تکلیف میں یاد کر لیا کرو۔

***

# ننّھا خادم

”آج تم اتنی دیر سے کیوں گھر آئے؟“

”امّی جان! میں تو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے مجھے سلام کیا اور ایک کام سے بھیج دیا۔ بس وہ کام کرتے ہوئے مجھے دیر ہوگئی۔“

”وہ کام کیا تھا؟“

”نہیں... نہیں! میں وہ کام نہیں بتا سکتا، وہ کام حضور ﷺ کا راز ہے۔“

”بہت خوب... شاباش! دیکھو بیٹا! حضور ﷺ کا راز کسی کو مت بتانا۔“ والدہ نے اپنے فرماں بردار اور ہونہار بیٹے کو شاباش دی۔ بیٹے کی بات سن کر والدہ کا دل خوش ہوگیا تھا۔ ①

حضور ﷺ کے یہ ننھے صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا تعلق مدینہ سے تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ یا نو سال کی تھی کہ مدینہ میں اسلام کی صدا گونجی۔ حضور ﷺ ابھی تک مدینہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُمّ سُلَیم نے بھی اسلام قبول کرلیا تو اُن کے شوہر اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن نضر بہت ناراض ہوئے، کیوں کہ وہ بُت پرست تھے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ اُن کی بیوی نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ اُن کو چھوڑ کر شام چلے گئے اور وہیں اُن کی وفات ہوگئی۔ حضرت اُمِ سُلَیم رضی اللہ عنہا کو اُن کے قبیلے بنونجار کے ایک صاحب

---

① [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند انس بن مالك، ١٨٢/٢٠، رقم: ١٢٧٨٤]

ابوطلحہ زید بن سہل نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابوطلحہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور لکڑی کے ایک بُت کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے اُن کو بُتوں کی حقیقت بتائی اور اُن سے کہا:

”میں ایک اللہ کو ماننے والی ہوں اور تم اپنے بنائے ہوئے بتوں کو پوجتے ہو۔ بھلا تمھارا اور میرا نکاح کیسے ہوسکتا ہے؟“

یہ باتیں کچھ ایسے دل نشین انداز میں کہی گئیں کہ ابوطلحہ کے دل میں اُتر گئیں، کچھ دن غور کرتے رہے اور پھر اسلام قبول کرلیا وہ مسلمان ہوئے تو حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ ﷜ سے نکاح کرلیا۔ حضرت انس ﷜ کے سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ ﷜ اُن کی والدہ کے کہنے پر حضرت انس ﷜ کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! انس سمجھ دار لڑکا ہے، یہ آپ کی خدمت کیا کرے گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت انس ﷜ کی والدہ حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا اُن کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت انس ﷜ کی عمر ابھی صرف آٹھ سال تھی۔ حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! مدینہ کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے، میرے پاس تحفہ میں دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے، صرف یہ ایک بیٹا ہے، میں یہ آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، یہ آپ کی خدمت کر دیا کرے گا، اس کو جب تک آپ چاہیں اپنی خدمت میں رکھیں۔“ ①

---

① [مأخذ: دلائل النبوة للبيهقي، باب: دعاؤه لانس بن مالك ﷜، ٦/١٩٤]

یوں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم بن گئے اور آپ ﷺ کی وفات تک آپ کی خدمت ہی میں رہے۔ آپ ﷺ سفر میں ہوتے یا پھر گھر میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ ہر جگہ حضور ﷺ کے ساتھ ہی ہوتے۔ اُن کا سارا بچپن حضور ﷺ کی خدمت میں گزرا۔ وہ تقریباً دس سال حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ پردے کے حکم سے پہلے یہ حضور ﷺ کے گھر میں آزادی سے آیا جایا کرتے تھے۔ اُن کا معمول یہ تھا کہ صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس جاتے۔ کچھ وقت گھر گزار کر پھر حاضر ہوتے اور عصر تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہتے۔ نمازِ عصر پڑھ کر پھر اپنے گھر کا رُخ کرتے۔ ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت کی۔ اگر کبھی کوئی کام مجھ سے نہ ہو پاتا یا کام بگڑ جاتا تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور ﷺ نے مجھے ڈانٹا ہو۔ اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی ڈانٹتا تو آپ ﷺ فرماتے:

''اِسے چھوڑ دو... مت ڈانٹو! اگر تقدیر میں یہ لکھا ہوتا کہ یہ کام ہونا ہے تو ہو جاتا۔'' ②

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک کام کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دل میں وہ کام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ویسے ہی بے اختیار اُن کے منہ سے نکل گیا:

① [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ۳۶۵/۱۹، رقم: ۱۲۳۶٦ ]

② [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ۱۰۲/۲۱، رقم: ۱۳٤۱۸]

''اللہ کی قسم! میں یہ کام کرنے نہیں جاؤں گا۔'' حضور ﷺ سے یہ کہہ کر وہ باہر آ گئے۔ باہر کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اُن بچوں کے پاس کھڑے ہو کر اُن کا کھیل دیکھنے لگ گئے۔ اُن کو وہاں کھڑے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک کسی نے اُن کے پیچھے آ کر گدی سے پکڑ لیا۔ اُنھوں نے چونک کر پیچھے دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے۔ آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''انس بیٹے! جہاں میں نے تمھیں بھیجا تھا وہاں گئے ہو؟''

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میں ابھی چلا جاتا ہوں۔'' ①

حضور ﷺ کو اُن سے خاص محبت ہو گئی تھی۔ اُن کو پیار سے کبھی بیٹا کہہ کر پکارتے۔ کبھی کبھی تو پیارے انس کہہ کر بھی مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ اکثر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے۔ چھوہارے نوش فرماتے۔ کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے۔ دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام فرماتے۔ نماز پڑھتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دُعا فرماتے۔

حضرت انس کو حضور ﷺ کی صحبت میں گزرے دن بہت یاد آتے تھے۔

ایک دن حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرما رہے تھے۔ دورِ نبوت میں ڈوب کر حضور ﷺ کے ساتھ گزرے دنوں کا ذکر کر رہے تھے کہ کس طرح وہ حضور ﷺ کے ساتھ مدینے کی گلی کوچوں میں چلا کرتے تھے۔ اچانک منہ سے یہ الفاظ نکلے:

---

① [ماخذ: صحیح للمسلم: باب: کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس خلقا، ۴/۱۸۰۵، رقم: ۲۳۱۰]

''قیامت کے روز جب حضور ﷺ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا:

''آپ کا چھوٹا سا غلام انس حاضر ہے۔'' ①

غزوۂ بدر کے موقع پر ان کی عمر تقریباً بارہ سال تھی۔ اتنے کم عمر ہونے کے باوجود حضور ﷺ کے ساتھ اسلام کے اِس پہلے معرکے میں شریک تھے، چوں کہ بہت ہی چھوٹے تھے، اِس لیے لوگ شک میں پڑ جایا کرتے تھے کہ پتا نہیں انھوں نے بدر میں شرکت کی تھی یا نہیں۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا:

''کیا آپ غزوۂ بدر میں شریک تھے؟''

فرمایا: ''میں بھلا بدر میں کیسے شریک نہ ہوتا۔''

کہنے کا مطلب تھا میں تو ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتا تھا۔ بدر میں غائب کیسے رہ سکتا تھا۔ ②

ایک واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بہت مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے:

''ایک مرتبہ مرّالظہران نامی جگہ پر ہمیں ایک خرگوش نظر آیا۔ لوگ اُسے پکڑنے کے لیے دوڑے، لیکن وہ کسی کے بھی ہاتھ نہ آیا۔ جب سب تھک کر بیٹھ گئے تو میں خرگوش کے پیچھے دوڑا اور میں نے اُسے پکڑ لیا اور ابوطلحہ کے پاس لے آیا۔ اُنھوں نے اُس خرگوش کو ذبح کیا اور اُس کی ران حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے اُسے قبول فرما لیا اور پھر اُسے تناول فرمایا۔'' ③

---

① [مأخذ: الجامع للسنن والمسانید، باب: العفو عن الخادم والرقیق، ۲۳۲/۱۱]

② [مأخذ: السنن ابی داؤد، باب: ماجاء فی المزاح: ۵۰۰۲]

③ [مأخذ: صحیح للبخاری، باب: قبول ھدیۃ الصید، ۱۵۵/۳، رقم: ۲۵۷۲]

حضرت انس بن مالک ؓ کو حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ چوں کہ دن رات حضور ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے، اِس لیے آپ ﷺ جو بھی کام کرتے اُسے غور سے دیکھتے اور پھر اُس کام کو اپنے ذہن میں بٹھا لیتے۔ حضرت انس ؓ کو حضور ﷺ کی ہر اک اُدا محبوب تھی۔

ایک مرتبہ اُن کے ایک شاگرد موسیٰ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت انس ؓ ایک کپڑے کو پورے بدن پر لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ؓ کی چادر ایک طرف رکھی ہوئی تھی۔ شاگرد کو بڑی حیرت ہوئی کہ چادر کو ایک طرف رکھ کر کپڑے میں نماز کیوں پڑھ رہے ہیں۔

''کیا آپ ایک کپڑے ہی میں نماز پڑھتے ہیں؟'' شاگرد نے حیرت سے پوچھا۔ تو حضرت انس ؓ نے فرمایا:

''میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔'' ①

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ ؓ نے حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا سے کہا:

''میں نے ابھی حضور ﷺ کی آواز سنی تھی۔ مجھے آپ ﷺ کی آواز میں کچھ کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ کو ضرور بھوک لگی ہو گی۔ کیا تمھارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟''

''ہاں! یہ جَو کی روٹیاں ہیں۔'' حضرت اُمّ سُلَیم نے جواب دیا۔

پھر اُنھوں نے جَو کی روٹیاں نکالیں اور اپنے دوپٹے کے ایک حصے میں لپیٹ کر حضرت انس ؓ

① [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند انس بن مالك ؓ، ١٩/٢٩٨، رقم: ١٢٢٨٠]

کے کپڑے کے نیچے چھپا دیں۔ دوپٹے کا بقیہ حصہ حضرت انس ؓ کو اوڑھا دیا اور انھیں حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔

آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ یہ ان لوگوں کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔

"کیا تمھیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟" حضور ﷺ نے حضرت انس ؓ سے پوچھا۔

"جی ہاں... یارسول اللہ!" حضرت انس ؓ نے جواب دیا۔

"کیا اُنھوں نے کھانا کھلانے کے لیے بلایا تھا؟ حضور ﷺ نے پھر سوال کیا۔

"جی ہاں... یارسول اللہ!" حضرت انس ؓ نے جواب دیا۔

یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو بتا دیا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنے پاس بیٹھے تمام لوگوں سے فرمایا:

"چلو اُٹھو!"

اور حضور ﷺ تمام صحابۂ کرام ؓ کو لے کر حضرت ابوطلحہ ؓ کے گھر کی طرف چل پڑے۔

حضرت انس ؓ ان حضرات کے آگے آگے چل رہے تھے۔

اُنھوں نے جلدی سے جا کر حضرت ابوطلحہ ؓ کو اِطلاع دی تو وہ گھبرا گئے اور اپنی بیوی سے بولے:

"اُمِّ سُلَیم! حضور ﷺ تو بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آ رہے ہیں، ہمارے پاس تو اُنھیں کھلانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔"

حضرت اُمِّ سُلَیم نے اُن کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا:

''ہمیں فکر مند ہونے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، حضور ﷺ کو بھی معلوم ہی ہے کہ ہمارے پاس کتنا کھانا ہے، وہ کھانا سب کے لیے کیسے پورا آئے گا تو یہ اب اللہ اور اُس کا رسول ہی جانیں۔''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کو لے کر گھر میں آئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''اے اُمّ سُلَیم! تمھارے پاس جو کچھ بھی ہے...وہ لے آؤ!''

حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا وہی جَو کی روٹیاں لے آئیں۔

''ان روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دو۔'' حضور ﷺ نے حکم دیا۔ چناں چہ اُن کے ٹکڑے کر دیے گئے۔ حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نے اُن پر گھی ڈال دیا۔ حضور ﷺ اُس کھانے پر تھوڑی دیر تک کچھ پڑھتے رہے پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''(میرے ساتھ آئے) دس آدمیوں کو بُلا لاؤ!''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دس آدمیوں کو بلا لائے۔ دس آدمی آئے تو وہ کھانا اُنھیں دیا گیا۔ اُنھوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ کھانا کھا کر وہ چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا:

''دس اور آدمیوں کو بُلاؤ!''

دس اور کو بلایا گیا۔ اُنھوں نے بھی پیٹ بھر کے کھانا کھایا۔ اُن کے بعد دس کو اور بلایا گیا۔ اُنھوں نے بھی پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ یوں وہ تھوڑا سا کھانا جو ایک آدمی کے لیے بھی بہ مشکل پورا آتا تھا وہ اَسّی (80) آدمیوں نے کھایا۔ ①

---

① [مأخذ: صحیح للبخاری، باب: من اکل حتی شبع، ۶۹/۷، رقم: ۱۰۳۸۱]

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے میرے پیارے بیٹے! اگر تجھ سے ہو سکے تو ایک کام ضرور کرنا۔ وہ یہ کہ تو صبح سے شام تک کا وقت ایسے گزارے کہ تیرے دل میں کسی کے بارے میں میل نہ ہو۔'' یہ فرما کہ حضور ﷺ نے کچھ دیر خاموشی اختیار فرمائی اور پھر فرمایا:

''اے میرے پیارے بیٹے! (لوگوں سے یہ محبت رکھنا) میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت رکھی اُس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔'' (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجیے گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھاری شفاعت کر دوں گا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! قیامت کے دن میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''پہلے پُل صراط پر تلاش کرنا۔''

---

(۱) [مأخذ: السنن الترمذی، باب: ماجاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ۳۴۳/۴، رقم: ۲۶۷۸]

''اگر آپ وہاں نہ ملے تو؟'' حضرت انس ﷛ نے سوال کیا۔

''تو پھر میزان کے پاس ملوں گا۔'' حضور ﷺ نے جواب دیا۔

''اگر آپ وہاں بھی نہ ملے تو؟'' حضرت انس ﷛ نے پھر پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''تو پھر تم ضرور مجھے حوضِ کوثر کے پاس پاؤ گے، کیوں کہ قیامت کے دن ان تین مقامات کے علاوہ میں کہیں اور نہیں ہوں گا۔'' ①

حضرت اَنس ﷛ چھوٹے ہی تھے کہ اُن کی والدہ حضرت اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہا اُن کو حضور ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے، اِس کے لیے دُعا فرما دیں۔''

حضور ﷺ نے حضرت انس ﷛ کے لیے یہ دُعا فرمائی:

''اے اللہ! اِس کے مال اور اِس کی اولاد کو زیادہ فرما، اِس کی عمر لمبی فرما اور اِس کے تمام گناہ معاف فرما۔''

حضرت انس ﷛ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے:

''میرے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل آتا ہے، اس علاقے میں کوئی بھی ایسی زمین نہیں جو دو مرتبہ پھل دیتی ہو، اولاد اتنی ہے کہ 102 بچے میں اپنے ہاتھوں سے دفن کر چکا ہوں، زندگی اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ اب زندگی سے دل بھر چکا ہے، یوں حضور ﷺ کی تین دُعائیں تو پوری ہو چکی ہیں، چوتھی دُعا یعنی گناہوں کی مغفرت کا بھی مجھے یقین ہے کہ وہ بھی ضرور پوری ہوگی۔'' ②

---

① [ماخذ: السنن الترمذی، باب: ماجاء فی شأن الصراط، ۱۹۹/٤، رقم: ۲٤۳۳]

② [ماخذ: مسند ابی یعلی موصلی، باب: ابو عمران الجوفی عن انس، ۲۳۳/۷، رقم: ٤۲۳٦]

۹۳ ہجری تک حضرت انس ﷺ کی عمر 103 سال ہو چکی تھی۔ اُس وقت وہ بصرہ میں تھے۔ چند مہینوں تک بیمار رہے۔ شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ دُور دُور سے لوگ عیادت کے لیے آتے تھے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے شاگردِ خاص ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

''حضور ﷺ کے بال مبارک میری زبان کے نیچے رکھ دو۔''

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم کی تعمیل کی اور حضور ﷺ کا بال مبارک اُن کی زبان کے نیچے رکھ دیا۔ اسی حالت میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضرت انس بن مالک ﷺ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ ①

اللہ اُن سے راضی ہو۔ آمین!

***

① [ماخذ: الاصابۃ فی تمیز الصحابہ۔ باب: انس بن مالک، ۲۷۶/۱، رقم:۲۷۷]

# تم بہتر ہو...!

"اے اللہ کے رسول! میری خواہش تھی کہ میں بھی اپنے والد کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک ہوں، لیکن میرے والد نے یہ کہہ کر مجھے گھر واپس بھیج دیا:

"گھر میں تمھاری سات بہنیں اکیلی ہیں کوئی اور مرد بھی نہیں، اِس لیے تم گھر جاؤ۔"

"اے اللہ کے رسول! میرے والد اُحد کی لڑائی میں شریک ہوئے اور اللہ نے اُنھیں شہادت عطا فرمائی، گزارش ہے کہ اب آپ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ اس لڑائی میں شریک ہوسکوں۔"

یہ گزارش حضور ﷺ سے ایک نوعمر لڑکے نے کی تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ مسلمان غزوہ اُحد سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ اس لڑائی کی تھکن اور سفر نے مسلمانوں کو تھکا دیا تھا۔ مسلمان ابھی مدینہ پہنچے ہی تھے کہ اطلاع ملی کہ مکّہ کے سردار ابوسفیان (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے) نے مکّہ واپس جاتے ہوئے حمرأ الاسد کے مقام پر پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ اُحد کی لڑائی میں چوں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے۔ اس شکست کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہیں۔ لہٰذا موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے مدینے پر حملہ کر دینا چاہیے۔ یہ اطلاع ملتے ہی حضور ﷺ نے اعلان کروایا۔ کہ دوبارہ مشرکین سے جنگ کے لیے جانا ہے۔ اور اس جنگ میں صرف وہی لوگ شریک ہوں گے جو اُحد میں ساتھ تھے۔ مسلمان تھکے

ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ کا حکم پا کر فوراً تیار ہو گئے۔ اتنے میں ایک نوعمر لڑکا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لڑائی میں شرکت کرنے کے لیے درخواست کی۔ اُس کی بات سُن کر حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ کہتے ہیں کہ اُس جنگ میں سوائے اُس لڑکے کے تمام صحابہ کرام وہی تھے جو غزوہ اُحد میں بھی شریک ہوئے۔ اُس لڑکے کے علاوہ کوئی اور شخص ایسا نہ تھا جو غزوہ اُحد میں تو شریک نہ ہوا اور اُسے اُس جنگ میں شامل ہونے کی اجازت ملی ہو۔

ان نوعمر صحابی کا نام حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ والد پر بہت زیادہ قرضہ تھا۔ والد نے صرف دو باغ وراثت میں چھوڑے تھے۔ اُن باغوں کی کُل پیداوار قرض ادا کرنے کے لیے ناکافی تھی۔ قرض کی وجہ سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں گھبرائے ہوئے حاضر ہوئے اور گزارش کی:

''اے اللہ کے رسول! میرے والد پر بہت زیادہ قرض تھا، قرضہ یہودیوں کا ہے آپ یہودیوں کو بلا کر ذرا کم کروا دیجیے۔''

حضور ﷺ نے ان یہودیوں کو بلایا۔ اور اُن کے سامنے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی گزارش رکھی، لیکن یہودیوں نے قرض میں سے کچھ بھی چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اچھا تو پھر یوں کر لو کہ قرض دو قسطوں میں لے لو!... آدھا اس سال لے لو، آدھا آئندہ سال لے لینا۔''

لیکن یہودی اس پر بھی نہ مانے۔ یہودیوں کی یہ ہٹ دھرمی دیکھ کر حضور ﷺ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا:

"میں ہفتے کے روز تمھارے ہاں آؤں گا۔"

چناں چہ حضور ﷺ ہفتے کے دن صبح کے وقت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے۔ اُن کے باغوں کی فصل پک کر تیار ہو چکی تھی۔ یہودی بھی اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے آ گئے۔ حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضور ﷺ اُس جگہ تشریف لائے۔ جہاں کھجوروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قرض خواہوں کو اُن کے قرض کے عوض کھجوریں دینا شروع کیں۔ حضور ﷺ برکت کی دُعا فرما رہے تھے۔ اللہ کی شان کہ حضور ﷺ کی دُعا کی برکت سے تمام قرض خواہوں کا قرض ادا ہو گیا، جب کہ کھجوریں ابھی باقی تھیں۔ یوں قرض سے جان چھوٹنے پر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بے حد خوش ہوئے۔ حضور ﷺ کو اپنے گھر لے گئے اور آپ ﷺ کے سامنے گوشت، روٹی اور پانی پیش کیا۔

حضور ﷺ گوشت بہت ہی شوق سے کھاتے تھے۔ گوشت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اچھا! تو تمھیں معلوم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں۔" ①

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا شمار جنگجو صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ تقریباً 19 (تسع عشر) غزوات میں شریک ہوئے۔ ②

غزوہ بدر کے موقع پر نو عمر بچے تھے۔ بدر میں زخمیوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ ③

---

① [مأخذ: مسند احمد، باب: مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، ۱۴۸/۲۲، رقم: ۱۴۲۴۵]

② [مأخذ: مسند احمد، ۳۹۹/۲۲ رقم: ۱۴۵۲۳]

③ [مأخذ: الاصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد ۱، ص ۲۲۳]

غزوۂ خندق پیش آیا تو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ خندق کھود رہے تھے۔ خود حضور ﷺ بھی ایک کدال لے کر خندق کھودنے کے لیے تشریف لائے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے حضور ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ ہوسکا۔ آپ ﷺ سے اجازت لی اور گھر پہنچے۔ بیوی سے کہا:

''آج حضور ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہیں ہو رہا۔ کچھ ہو تو پکاؤ...'' پھر گھر میں موجود بکری کے بچے کو ذبح کر کے پکانے کے لیے بیوی کے حوالے کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کھانے کی دعوت دی۔ خندق کے موقع پر تقریباً تمام صحابہ ہی فاقے سے تھے۔ لہٰذا عام اعلان کر دیا گیا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعوت کی ہے۔ لہٰذا سب لوگ چلو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جو کھانا تیار تھا وہ بہ مشکل تین، چار آدمیوں کے لیے تھا۔ سب لوگوں کو آتا دیکھ کر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے، لیکن حضور ﷺ کے اَدب کی وجہ سے خاموش رہے۔ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کے ساتھ اُن کے گھر تشریف لائے۔ کھانا سب کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے خود بھی نوش فرمایا اُس وقت موجود تمام صحابہ کرام نے بھی کھایا۔ کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب کے کھانے کے بعد بھی بچ گیا۔ یہ دراصل حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ دو، تین آدمیوں کا کھانا سارے مجمع کو پورا آ گیا۔ ①

بیعتِ رضوان کے وقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی۔ بیعت کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

---

① [مأخذ: الصحیح للبخاری، باب: غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ۱۰۸/۵، رقم: ۴۱۰۲]

کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اُس وقت حضور ﷺ نے فرمایا:

''تم لوگ ساری دُنیا سے بہتر ہو۔'' ①

رجب ۸ / ہجری میں حضور ﷺ نے سمندر کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ مسلمان اس وقت کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ لشکر کا زادِ راہ ختم ہوگیا۔ فاقے یہاں تک پہنچے کہ بھوک کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پتے کھانے شروع کر دیے ایک دِن سمندر کے کنارے پر ایک بہت بڑی مچھلی آئی۔ مسلمانوں نے اُسے غیبی مدد سمجھ کر کھایا۔ یُوں فاقے ختم ہوئے۔

کہتے ہیں کہ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ اُس کی پسلی کی ہڈی کھڑی کر کے لشکر کا سب سے بڑا اونٹ اُس کے نیچے سے گزارا گیا تو آسانی سے گزر گیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ پانچ آدمیوں سمیت اُس کی آنکھ کی ہڈی کے حلقے میں چھپ کر بیٹھ گئے اور لوگوں کو پتہ تک نہ چلا۔ اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس کی آنکھ کتنی بڑی تھی، اُس مچھلی کا نام عنبر تھا۔ تین سو افراد پر مشتمل اس لشکر نے وہ پندرہ دن تک کھائی۔ ②

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جہاد کی طرح علم حاصل کرنے کا بھی بے حد شوق تھا۔ اَحادیثِ مبارکہ کا اتنا شوق تھا کہ ایک بار معلوم ہوا حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سُنی تھی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ شام میں رہتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ خریدا اور حدیث سننے کے لیے شام کا سفر کیا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر بولے:

---

① [مأخذ: الصحیح للبخاری، غزوہ حدیبیہ، ۵/۱۲۳، رقم: ٤١٥٤]

② [مأخذ: البدایة والنهایة: سریہ ابی عبیدة ابی سیف البحر، ٤/٣١٥، تاریخ الاسلام، باب: غزوة سیف البحر ٢/٢٩٨]

''مجھے حضور ﷺ کی وہ مبارک حدیث سنا دیجیے۔ جو آپ کے پاس ہے مجھے جیسے ہی معلوم ہوا کہ آپ کے پاس حضور ﷺ کی ایک حدیث موجود ہے تو فوراً سے نکل آیا۔ آنے میں جلدی اس لیے کی کہ کہیں مجھے موت نہ آجائے اور میں حضور ﷺ کی ایک حدیث سُنے بغیر اس دُنیا سے چلا جاؤں۔'' ①

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بے حد حق گو تھے۔ جہاں بھی موقع ملتا حق بات کہتے۔ حق کا ساتھ دیتے۔ تاریخ کا مشہور ظالم حکمران حجاج بن یوسف مدینے کا امیر بنا تو اُس نے نمازوں کے اوقات میں تبدیلی کی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو دوڑے ہوئے آئے اور ظالم حجاج بن یوسف سے ڈرے بغیر بولے:

''حضور ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کے بعد، عصر کی سورج کے صاف روشن ہونے تک، مغرب کی نماز سورج غروب ہونے پر اور فجر تاریکی میں پڑھتے تھے، جب کہ عشاء کی نماز پڑھتے وقت لوگوں کا انتظار کرتے تھے۔ اگر لوگ جلد جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھ لیتے تھے۔ ورنہ دیر سے پڑھتے تھے۔ ②

سنت کے بے حد پابند تھے۔ ہر کام میں حضور ﷺ کی اتباع کرنے کی کوشش کرتے۔ طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم ملاقات کے لیے آئے۔ گھر کے اندر سے سرکہ لائے اور کہا:

''بسم اللہ!...سرکہ نوش فرمائیے...سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔''

اس کے بعد فرمایا:

''جب آدمی کے پاس دوست اور رشتہ دار آئیں تو آدمی کو چاہیے کہ جو کچھ بھی گھر میں موجود ہو

---

① [مأخذ: أدب المفرد، بخاری، باب: المعانقه ، ۱،۵۷۰، ۳۷۱]

② [مأخذ: مسند احمد: باب: مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ، ۲۲۲/۲۳، رقم: ۱۴۹۶۹]

اُن کی خدمت میں پیش کرے۔آنے والے مہمانوں کا بھی فرض ہے کہ جو چیز بھی پیش کی جائے خوشی خوشی کھائیں اور اُس کو حقیر نہ سمجھیں۔ بے شک تکلّف میں دونوں کی ہلاکت ہے۔''①

حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ کی طبیعت میں بے تکلفی تھی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں۔ان کھجوروں میں گھٹلی نہ تھی۔

حضور ﷺ نے کھجوریں دیکھ کر بطورِ مزاح فرمایا:

''میں تو (ان کھجوروں) کو گوشت سمجھا تھا۔''

یہ سُن کر حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ فوراً گھر گئے۔بکری ذبح کی اور گوشت پکا کر پیشِ خدمت کیا۔ ②

ایک دن حضور ﷺ حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ کے مکان پر تشریف لائے۔حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ کو آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ معلوم تھی کہ آپ ﷺ گوشت بے حد پسند فرماتے ہیں۔فوراً اُٹھے اور ایک موٹا تازہ بکری کا بچہ ذبح کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''بھئی نسل اور دودھ کو کیوں ختم کرتے ہو؟'' یعنی اس سے تمھیں دودھ حاصل ہوسکتا ہے اور بکریوں کی نسل بھی بڑھ سکتی ہے۔ یہ سُن کر حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ فوراً بولے:

''اے اللہ کے رسول! یہ ابھی بچہ ہے۔ کھجوریں کھا کھا کر اتنا موٹا ہو گیا ہے۔'' یعنی فی الحال اس سے دودھ اور دیگر فوائد ابھی حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ ③

---

① [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند جابر بن عبداللہ، ۲۳/۲۳۶، رقم: ۱٤۹۸٥]

② [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند جابر بن عبداللہ ﷛، ۲۲/٤۳۷ رقم: ۱٤٥۸۱]

③ [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند جابر بن عبداللہ ﷛، ۲۳/٤۱۲، رقم: ۱٥۲٦٦]

غزوۂ ذات الرقاع میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی شرکت فرمائی۔ یہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ پر سوار تھے۔ وہ اُونٹ اتنا تیز رفتار تھا کہ تمام اونٹوں کے آگے آگے چلتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے عبداللہ! یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اے اللہ کے رسول! یہ آپ کے لیے حاضر ہے، قیمت دینے کی ضرورت نہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"نہیں بھئی! قیمت تو لینا پڑے گی۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے:

"ٹھیک ہے، میں مدینہ منورہ پہنچ کر اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

حضور ﷺ نے یہ بات منظور فرمالی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اُونٹ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ آپ ﷺ نے خریدنے سے پہلے اُسے بغور دیکھا۔ اُس پر سوار ہوئے۔ اونٹ کو گھما پھرا کر دیکھا۔ حضور ﷺ اونٹ کو دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

"کتنا اچھا اونٹ ہے۔"

اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنے خاص خادم حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"بلال! اس اُونٹ کی قیمت کے طور پر حضرت جابر بن عبداللہ کے لیے اتنا اُوقیہ (اُس زمانے میں سونا تولنے کا ایک پیمانہ) سونا تول دو۔"

حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ سونا دینے کے بعد حضور ﷺ نے مزید کچھ اور بھی عطا

کیا اور پھر پوچھا:

''قیمت وصول کر چکے ہو نا؟''

چوں کہ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کو قیمت سے بھی زیادہ مل چکا تھا، اس لیے فوراً بولے:

''اے اللہ کے رسول! جی ہاں! میں نے اونٹ کی قیمت وصول کر لی۔''

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ قیمت اور اونٹ دونوں تمھارے ہوئے۔'' ①

حضور ﷺ کہیں دعوت پر تشریف لے جاتے تو حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ ②

کبھی کبھار حضور ﷺ انھیں اپنے گھر بھی لے جاتے اور کھانا کھلاتے۔

ایک مرتبہ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ اپنے گھر کی دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ سامنے سے گزرے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ بھی دوڑ کر ساتھ ہو لیے۔ یہ اُدب کے خیال سے پیچھے چل رہے تھے۔ حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا:

''آ جاؤ!''

حضور ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے گئے، گھر والوں نے تین روٹیاں اور سرکہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ڈیڑھ روٹی جابر بن عبداللہ ﷺ کو دی اور ڈیڑھ روٹی خود کھائی۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''سرکہ بہت ہی عمدہ سالن ہے۔''

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں:

---

① [ماخذ: مسند احمد، باب: مسند جابر بن عبداللہ ﷺ؛ ۲۲/۲۷۳، رقم: ۱٤۳۷٦]

② [ماخذ: مسند، ۳/۲۹۸]

''اُس دن سے میں سرکہ کو بہت محبوب رکھتا ہوں۔'' ①

اِن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضور ﷺ سے کس قدر محبت تھی۔ حضور ﷺ سے ان کا تعلق کس قدر گہرا تھا۔ حضور ﷺ کو جب قرض کی ضرورت پیش آتی تو آپ ﷺ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لیا کرتے تھے۔ ان کا انتقال سن ۷۴ ہجری کو ہوا۔ عمر 94 برس تک پہنچ چکی تھی۔ بہت ضعیف ہوگئے تھے۔ آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

اس وقت دُنیا بھر میں بہت کم صحابہ کرام زندہ تھے۔ اس وقت مدینہ منورہ کا امیر حجاج بن یوسف تھا۔ انتقال سے قبل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حجاج بن یوسف نہ پڑھائے۔ ② چناں چہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے احاب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی۔ حجاج بن یوسف بھی ان کے جنازے میں شریک ہوا تھا۔

اللہ ان سے راضی ہو۔

***

---

① [مأخذ: مسنداحمد، باب: مسند جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ، ۲۲/۴۳۰، رقم: ۱۵۲۹۳]

② [مأخذ: المعجم الكبير، ۱۸۵/۲، ۱۸۱، مجمع الزوائد، ۱۶٤/۵]

# میں چاہتا ہوں!

''اے اللہ کے رسول! مجھے خبر ملی ہے کہ میرے باپ نے آپ اور مسلمانوں کے بارے میں گستاخانہ الفاظ کہے ہیں...خدا کی قسم!...میرا باپ خود ذلیل ہے۔''

یہ الفاظ ایک نوعمر بچے کے تھے جو اُس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہے تھے۔ یہ کہہ کر وہ چند لمحے خاموش رہا اور پھر بولا:

''اے اللہ کے رسول!...اپنے قبیلے خزرج میں کوئی بھی میرے باپ عبداللہ بن اُبی کا مجھ سے زیادہ فرماں بردار نہیں، یعنی قبیلے میں، مَیں سب سے زیادہ اپنے والد کا کہا مانتا ہوں، لیکن اگر آپ میرے باپ کو اُس کی گستاخی کی وجہ سے قتل کروانا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجیے...میں قتل کر دیتا ہوں، اگر کسی اور نے قتل کیا تو میں اپنے باپ کے قاتل کو نہیں دیکھ سکوں گا اور اگر میں اپنے باپ کے بدلے میں کسی مسلمان کو قتل کروں گا تو جہنم میں جاؤں گا۔''

حضور ﷺ کے عشق سے لبریز یہ گفتگو مشہور منافق عبداللہ بن اُبی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ عبداللہ بن اُبی بظاہر تو مسلمان بنا پھرتا تھا، لیکن حقیقت میں وہ اِسلام کا سخت دُشمن تھا۔ اِسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرتا تھا۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک انصاری اور مہاجر میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔

(مہاجر یعنی وہ صحابہ جو مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ جب کہ انصار اُن صحابہ

کو کہتے ہیں جنھوں نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والے صحابۂ کرام ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ اُن کی ہر ممکن مدد کی۔)

عبداللہ بن اُبی کو جب اِس جھگڑے کا علم ہوا تو بُرا سا منہ بنا کر اپنے انصار دوستوں سے کہنے لگا:

"یہ سب کچھ تمھارا اپنا کِیا دھرا ہے... تم نے اِن لوگوں کو اپنے شہر میں ٹھکانہ دیا... اپنے مال تک اُن میں تقسیم کر دیے... اگر تم لوگ اب بھی اُن کی مدد کرنا چھوڑ دو تو یہ لوگ مدینے سے چلے جائیں... خدا کی قسم!... ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر اِن ذلیلوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔"

جب عبداللہ بن اُبی کی اس گستاخی کی خبر حضور ﷺ اور صحابۂ کرام ﷺ کو ہوئی تو حضرت عمر فاروق ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:

"اے اللہ کے رسول!... اگر اجازت ہو تو اس منافق کا سر اُڑا دوں۔" ①

لیکن حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ عبداللہ بن اُبی کا بیٹا عبداللہ پکا اور سچا مسلمان تھا۔ منافق باپ کی صحبت کا اُس پر کوئی اَثر نہ ہوا تھا۔ وہ ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ اِسلام سے قبل اُس کا نام حباب تھا۔ حضور ﷺ نے اِسلامی نام عبداللہ رکھا۔ ②

حضور ﷺ نے نام تبدیل کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"آج سے تم حباب نہیں... عبداللہ ہو، کیوں کہ حباب تو شیطان کا نام ہے۔" ③

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، باب: قوله تعالىٰ سواء عليهم استغفرت لهم ام لم تستغفر، ١٥٤/٦، رقم: ٤٩٠٥]

② [ماخذ: الاصابة فی تمیز الصحابه ، باب: عبدالله بن عبدالله ، ١٣٣/٤]

③ [ماخذ: طبقات ابن سعد، باب: عبدالله بن عبدالله ، ٤٠٩/٣]

اُسے جب خبر ہوئی کہ اُس کے منافق باپ نے حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ذلیل کہا ہے تو فوراً حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اُس کی بات سُن کر فرمایا:

''میرا قتل کروانے کا کوئی ارادہ نہیں۔'' ①

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''اپنے باپ سے اچھا سلوک کرو۔'' ②

جب عبداللہ بن اُبی مدینہ پہنچا تو اُس کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینے کے باہر تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور بولا:

''خدا کی قسم!...اُس وقت تک مدینے میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اِس بات کا اقرار نہ کرے کہ تُو ذلیل ہے اور محمد ﷺ عزت والے ہیں۔''

عبداللہ بن اُبی کو یہ سُن کر بڑی حیرت ہوئی، کیوں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کا بہت احترام کرتے تھے، لیکن چوں کہ بات حضور ﷺ کی گستاخی کی تھی، اِس لیے باپ کی بالکل بھی رعایت نہ کی۔

عبداللہ بن اُبی سمجھ گئے کہ اب اقرار کیے بغیر چارہ نہیں، اِس لیے فوراً کہا:

''خدا کی قسم!...میں ذلیل ہوں اور محمد عزت والے ہیں۔''

اُس کے منہ سے یہ الفاظ سُن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مدینے میں داخل ہونے دیا۔ ③

ایک روایت میں آتا ہے کہ پیچھے حضور ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے باپ بیٹے کی یہ

---

① [اسدالغابہ، جلد ۳، ص۱۹۷]

② [مأخذ: مجمع الزوائد، باب: فی عبداللہ بن عبداللہ بن ابی، ۳۱۸/۹، رقم: ۱۵۷٦۰]

③ [مأخذ: حیاۃ الصحابہ، باب: استئذان ابن عبداللہ بن ابی فی قتل ابیہ، ۹/۳]

گفتگو سنی تو فرمایا:

''ان کو چھوڑ دو... خدا کی قسم!... یہ جب تک ہم میں موجود ہیں ہم ان سے اچھا برتاؤ کرتے رہیں گے۔'' ①

عبداللہ بن اُبی عمر بھر منافق ہی رہا۔ غزوۂ تبوک کے بعد اُس کا انتقال ہوا۔ حضرت عبداللہ ﷛ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول!... اپنی قمیض اُتار دیجیے... میں چاہتا ہوں آپ کی قمیض میں اپنے باپ کو کفن دوں... میری گزارش ہے کہ آپ میرے باپ کے لیے استغفار کیجیے!''

اُس وقت حضور ﷺ نے دو کُرتے پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ ﷛ نے نیچے والا کُرتہ پسند کیا، کیوں کہ حضور ﷺ کا پسینہ اُسی میں جذب ہوتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا... میں نمازِ جنازہ پڑھاؤں گا۔''

حضور ﷺ تشریف لائے تو قبر میں اُتارا جا چکا تھا۔ حضور ﷺ نے قبر سے نکلوایا۔ اپنے گھٹنوں پر رکھ کر اپنی قمیض پہنائی۔ اپنا لعابِ دہن ملا۔ اس کے بعد نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق ﷛ نے کہا:

''اے اللہ کے رسول!... آپ اِس کا جنازہ پڑھائیں گے، حالاں کہ اس نے فلاں دن یہ یہ الفاظ کہے تھے۔''

① [طبقات ابن سعد، باب: غزوة رسول الله المرلسيع، ٢/ ٥٠]

حضور ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سن کر مسکرائے اور فرمایا:

''اے عمر!... جاؤ اپنی جگہ پر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔''

پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

''خدا نے مجھے اختیار دیا ہے (یعنی ابھی تک اللہ تعالیٰ نے کسی منافق کا جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا، اِس لیے) اگر ستر مرتبہ استغفار کرنے سے بھی اس کی مغفرت ہو جائے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔''

حضور ﷺ جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ جبرائیل علیہ السلام قرآنِ مجید کی یہ آیتیں لے کر حاضر ہوئے: ①

وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا

ترجمہ: ''آپ ان لوگوں (یعنی منافقین کے لیے) نمازِ جنازہ ہرگز مت پڑھیں۔''

یوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے موٴقف کی تائید وحی کے ذریعے ہو گئی۔ ②

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن اُبی کا شمار افضل صحابہ میں ہوتا ہے۔ لکھنا جانتے تھے اور کبھی کبھی وحی بھی لکھتے تھے۔ مطلب ''کاتبِ وحی'' کا اعزاز بھی ملا۔ غزوۂ بدر اور اُحد سمیت تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ ③

---

①[سورۂ توبہ، آیت: ٨٤]

②[ ماخذ: الصحیح للبخاری، باب: ما یکرہ من الصلوۃ علی المنافقین، ٩٧/٢، رقم: ١٣٦٦]

③[ماخذ: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، باب: عبداللہ بن عبداللہ بن ابی الانصاری ٢٩٧/٣]

غزوۂ اُحد میں لڑائی کے دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا دانت ٹوٹ گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”چاندی کا بنوالو۔“

اُنھوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذّاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگِ یمامہ میں شہادت پائی۔ ①

اللہ ان سے راضی ہو۔ آمین!

***

① [الاصابہ، باب: العین مع الباء جلد۳، ص:۹٦]

# دَم کرنے والے

غزوۂ اُحد میں لڑائی کے لیے ایک تیرہ سالہ لڑکے کو پیش کیا گیا۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ نے اُس لڑکے کو واپس بھیج دیا۔ لڑکے کے والد نے سفارش کرتے ہوئے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول!... یہ طاقت وَر ہے... ہڈیاں بھی مضبوط ہیں۔''

کہنے کا مطلب تھا کہ اجازت مرحمت فرما دیجئے، بچہ ہونے کے باوجود لڑائی کے قابل ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ لڑکے کے والد نے اس کے ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کو دکھائے اور کہا:

''اے اللہ کے رسول...! یہ دیکھیئے ...! اس کے ہاتھ بھی مردوں جیسے ہیں۔''

یہ سُن کر حضور ﷺ نے ایک نظر لڑکے کی طرف دیکھا، چوں کہ عمر کم تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔

غزوۂ اُحد میں اُس لڑکے کے والد شریک ہوئے۔ انتہائی بے جگری سے لڑے اور شہید ہو گئے۔ والد نے باقاعدہ کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی، اِس لیے باپ کی شہادت کے بعد نوبت فاقوں تک آ گئی۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بھی باندھنے پڑے۔ فاقوں سے تنگ آ کر ماں نے کہا:

''سنا ہے حضور ﷺ مال تقسیم فرما رہے ہیں .... آج بھی دربارِ نبوی ﷺ سے ایک شخص کو کچھ عطا کیا گیا ہے... تم بھی چلے جاؤ!''

ماں کے کہنے پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور

بیان فرما رہے تھے۔ اُس نے سنا... رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے:

"جو شخص ایسی (یعنی مصیبت کی حالت میں) صبر کرے اللہ تعالیٰ اُسے غنی کر دیتے ہیں۔"

(غنی کا مطلب ہوتا ہے دُوسرے لوگوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ اُسے پھر اللہ کے علاوہ کسی اور سے مانگنے کی حاجت نہیں ہوتی)

یہ سُن کر اُس لڑکے کے دل میں فوراً خیال آیا:

"میرے پاس تو ایک اُونٹنی موجود ہے... مجھے تو مانگنے کی ضرورت ہی نہیں۔ مجھے تو اس آدمی سے بھی زیادہ صبر کرنا چاہیے جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔" ①

چناں چہ بنا کچھ مانگے ہی واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلے الفاظ پورے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے رزق کے دروازے کھول دیے اور اُسے غنی کر دیا۔ اس لڑکے کا نام سعد بن مالک تھا۔ اس کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو سعید تھی۔ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ پھر لوگ کنیت سے ہی جاننے لگے۔ خدرہ خاندان سے تعلق تھا۔ لہٰذا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہلائے۔

کم عمری کی وجہ سے غزوۂ اُحد میں شرکت کی اجازت نہ ملی تھی۔ اُحد کے بعد غزوۂ مصطلق پیش آیا تو حضور ﷺ نے شرکت کی اجازت فرما دی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سریہ روانہ فرمایا۔ (سریہ اُس جنگ کو کہتے ہیں جس میں حضور ﷺ خود

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب الزکاۃ، باب: الاستعفاف عن المسألۃ: ۱۴۶۹]

[ماخذ: مسند احمد، باب: مسند ابی سعید الخدری، ۲۷/۱۸۰، رقم: ۱۱۴۳۵]

شریک نہ ہوئے ہوں)۔ اس سریہ کے امیر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے۔ سفر جاری تھا کہ راستے میں ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے گاؤں والوں سے کہا:

''ہم تمھارے مہمان ہیں۔''

عربوں کی مہمان نوازی مشہور تھی۔ کہنے کا مطلب تھا کہ ہم مسافر ہیں۔ ہماری مہمان نوازی کرو، لیکن گاؤں والوں نے مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے اُسی رات گاؤں کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا۔ گاؤں والوں نے حکیموں، طبیبوں سے خوب علاج کروایا، لیکن سردار کو افاقہ نہ ہوا۔ گاؤں کے لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہا:

''ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے... اگر تم میں سے کوئی علاج کر سکتا ہو تو ہمارے ساتھ چلے!''

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھے اِس کا علاج آتا ہے... میں دَم کروں گا تو اِن شاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گا، لیکن میں 30 بکریاں بطورِ اُجرت لوں گا۔''

گاؤں والوں نے شرط منظور کر لی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور زخم پر اپنا لعاب لگایا۔ اللہ کی شان سردار کا زخم فوراً ٹھیک ہو گیا۔ بچھو کے زہر کا اَثر بھی جاتا رہا اور وہ چلنے پھرنے لگا۔ گاؤں والے بے حد خوش ہوئے اور اُنھوں نے 30 بکریاں بطورِ اُجرت دے دیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بکریاں وصول کیں اور مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سوچ رہے تھے کہ یوں دَم کرنے کے معاوضے کے طور پر بکریاں لینا جائز بھی تھا یا نہیں؟ آخر مشورہ ہوا کہ مدینے پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھیں گے۔ حضورﷺ کو سارا قصہ سنایا۔ آپ ﷺ سُن کر مسکرائے اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''بھئی!... تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ دَم کا کام دیتی ہے؟''

پھر فرمایا:

''اِن بکریوں کو آپس میں تقسیم کرلو۔'' ①

حضورﷺ کے انتقال کے بعد مدینہ ہی میں قیام فرمایا۔ عہد فاروقی اور عثمانی میں آپ فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور تبوک میں بھی شرکت فرمائی۔ اُنھوں نے تقریباً بارہ غزوات میں شرکت فرمائی۔ ②

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ جھوٹ سے بے حد نفرت تھی۔ فرمایا کرتے تھے:

''میں نے حضورﷺ کو سچ بولنے کی تاکید کرتے ہوئے سنا تھا۔''

سچ بولتے ہوئے کسی سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ کے گورنر مروان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک جنازہ سامنے سے گزرنے لگا۔ جنازہ دیکھ کر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے، لیکن مروان نہ کھڑا ہوا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر فرمایا:

''اے امیر! جنازے کے لیے اُٹھ! کیوں کہ رسول اللہ ﷺ بھی جنازے کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔'' ③

---

① [ ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب الاجارة ]
② [ ماخذ: الصحیح للبخاری ]
③ [ ماخذ: مسند، ۳/۱۰ ]

مزاج میں بُردباری اور تحمل تھا۔ ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا۔ پاؤں پر پاؤں رکھے بیٹھے تھے کہ اُن کا بھائی آیا اور اُسی پاؤں میں پاؤں مارا جس میں تکلیف تھی۔ پاؤں لگنے سے درد بڑھ گیا، لیکن اس کے باوجود نرم لہجے میں فرمایا:

''بھائی!...تم نے مجھے تکلیف پہنچائی...کیا تمھیں معلوم نہ تھا کہ میرے پاؤں میں تکلیف تھی۔''

بھائی نے جواب دیا:

''مجھے معلوم تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے یوں پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔'' یہ سُن کر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ ①

طبیعت میں سادگی اور بے تکلفی تھی۔ ایک مرتبہ جنازے میں انھیں بُلایا گیا۔ ان کے آنے سے پہلے لوگ بیٹھ چکے تھے۔ انھیں آتا دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جگہ خالی کر دی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ مناسب نہیں...انسان کو کشادہ جگہ بیٹھنا چاہیے۔''

چناں چہ سب سے الگ اور کھلی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ ②

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے آواز دی تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ چادر اوڑھے نکل آئے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آؤ یار!...ذرا باغ تک چلتے ہیں...تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔'' ③

---

① [ماخذ: مسند احمد]
② [ماخذ: مسند ۱۰/۳]
③ [ماخذ: مسند ۶۰/۳]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک لمحے کا توقف کیے بغیر ساتھ چل دیے۔

آپ رضی اللہ عنہ دوستوں کا بہت لحاظ اور خیال رکھتے تھے۔ یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے۔ پتلی چھڑیاں زیادہ پسند تھیں۔ اکثر کھجور کی شاخیں لاتے اور اُنھیں سیدھا کر کے چھڑی بناتے۔ حضور ﷺ بھی یوں ہی کھجور کی شاخ سے چھڑیاں بنایا کرتے تھے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہ کام کیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال سن ۷۴ ہجری جمعۃ المبارک کے دن ہوا۔ اُس وقت آپ کی عمر 74 سال تھی۔ بعض نے عمر 80 سال لکھی۔ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ①

اللہ اُن سے راضی ہو۔ آمین!

***

① [ماخذ: مسند، ۶۰/۳، اسد الغابۃ: ۲۰۳۶، الاستعاب ۹۵۹]

# ننھے امام

''ہم لوگ مدینے کی طرف جانے والے راستے کے قریب رہا کرتے تھے۔ یوں مدینے آنے جانے والوں کی زبانی ہمیں حالات معلوم ہو جایا کرتے تھے۔ ہمارے قبیلے والے راہ گیروں سے پوچھ لیا کرتے تھے کہ یثرب والوں کا کیا حال ہے۔ پھر ایک مرتبہ سننے میں آیا کہ مکہ کے ایک نوجوان نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہے۔ اللہ نے اُسے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ کچھ عرصے بعد خبر ملی کہ وہ نبی ہجرت کر کے مدینے آ گیا ہے۔ ہمارے قبیلے کے لوگوں کو نبوّت کا دعویٰ کرنے والے اُس شخص سے کافی دل چسپی ہو گئی تھی۔ لوگ یثرب آنے جانے والوں سے پوچھا کرتے تھے کہ جس شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ اُن کے بارے میں کیا خبر ہے؟ لوگ حالات بیان کرتے ہوئے بتایا کرتے تھے کہ نبوّت کا دعویٰ کرنے والا شخص کہتا ہے:

''میرے پاس اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فرشتہ آتا ہے۔ اللہ کی طرف سے مجھ پر یہ... یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔''

حالات سنانے والا شخص وہ آیات بھی سنا دیتا۔ جو نبوت کا اعلان کرنے والے اُس شخص پر نازل ہوئی ہوتیں۔ میری عمر اُس وقت چار یا پانچ سال تھی، لیکن حافظہ کافی بہتر تھا، اِس لیے فوراً وہ آیات سُن کر یاد کر لیا کرتا تھا، یوں مجھے کافی آیات یاد ہو گئی تھیں۔ عرب کے تمام قبائل مکّہ والوں کے مسلمان

ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ سب یہ چاہتے تھے کہ پہلے مکّہ والے اسلام قبول کریں اور پھر وہ لوگ۔ جب مکّہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ عرب کے قبائل اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ میرے والد بھی اپنے قبیلے کے چند لوگوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو شریعت کے اُحکام اور نماز کا طریقہ بتایا۔ وفد نے پوچھا:

''اے اللہ کے رسول! ہمارا اِمام کون ہوگا؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نماز میں اِمامت کے لیے سب سے اُفضل وہ ہے جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو۔''

میرے والد صاحب واپس اپنی قوم میں آئے اور کسی ایسے آدمی کی تلاش شروع کی جسے سب سے زیادہ قرآن یاد ہو۔ خوب تلاش کے بعد میرے علاوہ قرآن کا زیادہ حافظ کوئی نہ ملا۔ چناں چہ قبیلے والوں نے کم عمری کے باوجود مجھے اِمام بنا دیا، حالاں کہ اُس وقت میری عمر صرف سات سال تھی۔ نماز کا وقت ہوتا تو میں ہی نماز پڑھاتا۔ کوئی فوت ہو جاتا تو نمازِ جنازہ بھی میں ہی پڑھاتا۔ ہر جگہ مجھے ہی امام بنایا جاتا۔'' ①

یہ ننھے صحابی اور اپنے قبیلے کے ننھے اِمام حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ تھے، جنھوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی قرآنِ مجید کا بہت سا حصہ یاد کر لیا تھا۔

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے بس اتنے ہی حالات تاریخی کُتب میں ملتے ہیں۔ بہت تلاش کے بعد بھی ان کے بقیہ حالات نہیں ملے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

---

① [ماخذ: الصحیح للبخاری، کتاب المغازی، باب: مقام النبی بمکة من الفتح: ۴۳۰۲]

# میں نہیں بدل سکتا

مدینہ منورہ میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اُس کے والد برکت کے لیے اُس بچے کو گود میں اُٹھائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے، تاکہ بچے کو گھٹی دِلوا سکیں اور برکت کی دُعا کروائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا نام رکھا ہے...؟''

''اے اللہ کے رسول! محمد رکھا ہے۔''

یہ سُن کر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اچھا...! میرے نام پر نام رکھا ہے، تو پھر اس کی کُنیت بھی (میری کُنیت پر) ابوالقاسم ہے۔'' ①

حضور ﷺ نے اُس بچے کے لیے برکت کی دُعا بھی فرمائی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ان کے والد اُنھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اپنے نام پر محمد نام رکھا اور اپنی کُنیت عطا فرمائی۔ ②

جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے والے یہ ننھے صحابی حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ معروف صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے عشرہ مبشرہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا جاتا ہے جنھیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک

---

① [مأخذ: الطبقات الکبری، (طبقات ابن سعد) باب: محمد بن طلحہ، ۳۹/۵]

② [مأخذ: اُسدالغابۃ اُردو، ۳/۱۳۷]

ہی مجلس میں جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔

ان کی والدہ حمنہ بنت جحش تھیں، جو امُّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں، گویا جناب رسول اللہ ﷺ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے خالو تھے۔ (۱)

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک پوتے کا نام محمد تھا۔ ایک مرتبہ اُس کا کسی سے جھگڑا ہو گیا۔ بات گالم گلوچ تک پہنچی تو وہ شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد کو بُرا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگا: ''اے محمد! اللہ تیرے ساتھ ایسا ایسا کرے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو اپنے پوتے محمد سے کہا:

''تمھارے نام کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے نام کو بُرا بھلا کہا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں، تمھیں محمد نام سے نہیں پکارا جائے گا۔'' یہ کہہ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس کا نام محمد سے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے خاندان والوں کو پیغام بھیجا کہ تمھارے لڑکوں میں سے جس جس کا نام محمد ہے اُسے تبدیل کر دیا جائے۔

حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا:

''اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! محمد ﷺ نے خود میرا نام محمد رکھا تھا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا:

''جاؤ! جو نام رسول اللہ ﷺ نے خود رکھا ہے عمر اُسے تبدیل نہیں کر سکتا۔'' (۲)

---

(۱) [ماخذ: أسد الغابة اُردو، ۳/۱۳۷]

(۲) [ماخذ: مسند احمد ۴/۲۱۶، المعجم الکبیر ۱۹/۲۴۶، تاریخ کبیر ۱/۱۶]

حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ کثرت سے عبادت کرنے کی وجہ سے انھیں ''سجاد'' یعنی بہت زیادہ سجدے کرنے والے کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے آدمی ہیں جنھیں ''سجاد'' کا لقب ملا۔

دُوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں بہت ہی کم سِن تھے۔ بہت ہی کم عرصہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا، لیکن اُن کی عبادت گزاری کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اُن سے دُعا کروانے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ①

جناب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے۔ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ کا لڑکپن تھا، اِس لیے کوئی خاص کارنامہ نہ دکھا سکے۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ پوری طرح جوان ہو چکے تھے۔ خلیفۂ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں جنگِ جمل کا افسوس ناک معرکہ پیش آیا۔ حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے، لیکن اپنے والد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شہید ہونے والوں کو تلاش کر رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نظر ایک لاش پر پڑی جو اوندھے منہ پڑی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قریب جا کر لاش کو سیدھا کیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا:

---

① [مأخذ: مستدرك للحاكم على لصحيحين، ذكر مناقب محمد بن طلحه بن عبيدالله، ٤٢٢/٣]

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہ تو قریش کا فرزند ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا:

''کون ہے؟''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یہ محمد بن طلحہ ہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اُن کی شہادت کا سُن کر بے حد دُکھ ہوا، فرمایا:

''آ...ہ...افسوس! کیا ہی نیک نوجوان تھا، ربِّ کعبہ کی قسم! یہ شخص سجدوں کا عادی تھا۔''

اللہ اُن سے راضی ہو۔ ①

***

① [مأخذ: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب: محمد بن عبداللہ بن جحیش بن رباب، ۱۳۷۳/۲]

# ننھے مجاھد

غزوہ بدر کے لیے اسلامی لشکر کے سپاہی صفیں بنائے کھڑے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ایک صف میں شامل تھے۔ اُنھوں نے اپنے دائیں بائیں نظر دوڑائی۔ تاکہ دیکھ سکیں کہ اُن کے ساتھ لڑائی میں کون کون شریک ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو حیرت ہوئی۔ اُن کے دائیں بائیں تو انصار کے دو بچے تھے۔

وہ دل میں سوچنے لگے:

"اگر میں مضبوط اور طاقت ور سپاہیوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ہم ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ یہ بچے بھلا میری کیا مدد کر سکیں گے؟"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ابھی یہ باتیں سوچ ہی رہے تھے کہ ان دو بچوں میں سے ایک نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا:

"چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔"

انھوں نے جواب دیا:

"جی ہاں! میں ابو جہل کو پہچانتا ہوں۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو...؟"

اس پر وہ بچہ بولا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ اُس ذات کی قسم جس

کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر ابو جہل مجھے نظر آ جائے تو میں اس پر حملہ کر دوں گا اور اُس وقت تک حملہ کرتا رہوں گا جب تک ہم دونوں میں سے کوئی ایک مر نہ جائے۔''

اُس بچے کے یہ جرأت مندانہ الفاظ سُن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بے حد حیرت ہوئی۔ اتنے میں دوسرے بچے نے بھی ابو جہل کے بارے میں وہی سوال کیا۔

''چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں۔'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جواب دینے پر دوسرے بچے نے بھی انھیں خیالات کا اظہار کیا۔ جو پہلے بچے کے تھے۔ اتفاقاً اُس وقت ابو جہل میدانِ جنگ میں دوڑتا ہوا نظر آیا۔ وہ اپنے لشکر کی صفوں کو درست کر رہا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فوراً اشارہ کیا۔

''وہ ابو جہل ہے۔ جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔''

ابو جہل پر نظر پڑتے ہی وہ دونوں بچے شاہینوں کی طرح اُس پر جھپٹے۔ ابو جہل گھوڑے پر سوار تھا۔ جب کہ یہ دونوں ننھے مجاہد پیدل تھے۔ جنگ میں پیدل سپاہی کے لیے گھوڑے پر سوار سپاہی پر حملہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ایک ننھے مجاہد نے ابو جہل کے گھوڑے پر حملہ کیا۔ جب کہ دوسرے نے ابو جہل کی ٹانگ پر حملہ کیا۔ ابو جہل اور اُس کا گھوڑا دونوں گر گئے۔ اتنے میں ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک ننھے مجاہد کے کندھے پر حملہ کیا۔ جس سے اُس ننھے مجاہد کا ہاتھ کٹ گیا۔ اور صرف کھال میں لگا رہ گیا۔ ننھے مجاہد نے لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے لڑنے لگا۔ ابو جہل گھوڑے سے ایسا گرا کہ پھر دوبارہ اُٹھ نہ سکا۔ دونوں ننھے مجاہدوں نے اسلام کے دشمن ابو جہل کو اس قدر گھائل کر دیا تھا کہ زخمی سانپ کی طرح تڑپتا رہ گیا۔ پھر ایک نے رسول اللہ ﷺ کے دشمن ابو جہل پر تلوار کا اس قدر

زور دار وار کیا کہ ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن مرا پھر بھی نہیں۔ بعد میں معروف صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر تن سے جدا کر دیا۔

وہ ننھے مجاہد جن کا ہاتھ کٹ کر کھال میں لٹک گیا تھا۔ وہ دن بھر صرف ایک ہاتھ سے لڑتا رہا۔ جب کٹے ہوئے ہاتھ کے لٹکنے سے دقت ہوئی تو اُس نے اُس ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا۔ یوں وہ کھال بھی ٹوٹ گئی۔ جس سے وہ لٹک رہا تھا۔ اُس ننھے مجاہد نے اپنا کٹا ہوا ہاتھ پھینک دیا۔ اور دوبارہ ایک ہاتھ ہی سے لڑنا شروع کر دیا۔ اُمید ہے ان دو ننھے مجاہدو کا یہ ایمان افروز قصہ سُن کر آپ ان جانبازوں کو پہچان ہی گئے ہوں گے۔ جی ہاں! اسلام کے یہ دو ننھے شاہین حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ تھے۔ جب حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ اسلام کا دشمن ابوجہل قتل ہو گیا تو حضور ﷺ نے پوچھا:

''ابوجہل کو کس نے قتل کیا؟''

تو ان دو ننھے مجاہدوں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! اسے ہم نے قتل کیا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''اچھا تو اپنی تلواریں دکھاؤ۔''

دونوں نے اپنی اپنی تلوار دکھائی۔ تلواروں پر ابوجہل کا خون موجود تھا۔ اسلام کے سب سے بڑے دشمن کے قتل ہونے پر سب مسلمان بے حد خوش ہوئے۔

اس واقعہ کے علاوہ ان کے دیگر حالات کتابوں میں نہیں ملتے۔

اللہ ان سے راضی ہو۔ ①

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان دو ننھے مجاہدوں جیسا جذبہ عطا فرمائے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت میں جانیں قربان کرنے والے بن جائیں۔

بے شک غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ آمین۔

***

① [ماخذ: الرحیق المختوم، باب، مصرع ابی جهل، سیرة النبوة ٢/ ٨٠، تاریخ کبیر، ٤/ ٣٦٠]

# مصادر ومراجع


1. الکتاب: تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)
2. الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ وسننه وأیامه۔صحیح البخاری۔المؤلف: محمدبن اسماعیل
أبو عبداللہ البخاری۔الناشر: دارطوق النجاۃ (مصورۃ عن السلطانیة باضافة ترقیم محمدفؤاد)
3. المسندالصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ۔ المؤلف: مسلم بن الحجاج أبوالحسن
القشیری النیسابوری۔الناشر: داراحیاء التراث العربی۔بیروت۔
4. الجامع الکبیر۔سنن الترمذی۔المؤلف: محمدبن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک الترمذی، ابوعیسی۔
الناشر: دارالغرب الاسلامی۔بیروت۔
5. الجامع الکبیر۔سنن الترمذی۔المؤلف: محمدبن عیسی بن سورۃبن موسی بن الضحاک الترمذی، ابوعیسی۔
الناشر: دارالغرب لاسلامی۔بیروت المؤلف: أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي البصري ثم الدمشقي۔
(المتوفی: 774ھ)۔الناشر: دار الکتب العلمیة، منشورات محمدعلي بیضون - بیروت، الطبعة: الأولی - 1419ھ
6. الکتاب: صحیح الأدب المفرد للإمام البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعیل بن إبراهیم بن المغیرۃ البخاري،
أبو عبداللہ (المتوفی: 256ھ)، الناشر: دار الصدیق للنشر والتوزیع، الطبعة: الرابعة، 1418ھ - 1997م
7. الکتاب: سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِستاني (المتوفی: 275ھ)، الناشر: المکتبة العصریة، صیدا - بیروت۔
8. الکتاب سنن ابن ماجه، المؤلف: ابن ماجة أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزویني، وماجة اسم أبیه یزید (المتوفی: 273ھ)
الناشر: دار إحیاء الکتب العربیة - فیصل عیسی البابي الحلبي
9. مسندالامام احمدبن حنبل۔المؤلف: ابوعبداللہ احمدبن حنبل بن هلال بن اسدالشیبانی۔الناشر: مؤسسة الرسالة۔
10. دلائل النبوۃ ومعرفة احوال صاحب الشریعة۔المؤلف: احمدبن الحسین بن علی بن موسی الخسروجردی
الخراسانی، ابوبکرالبیهقی۔الناشر: دارالکتب العلمیة۔بیروت۔

١١ الكتاب: مسند أبي يعلى، المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (المتوفى: 307هـ)، الناشر: دار المأمون للتراث - دمشق، الطبعة: الأولى، 1984 - 1404

١٢ الكتاب: المستدرك على الصحيحين، المؤلف: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: 405هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت ـ الطبعة: الأولى، 1990 - 1411

١٣ الكتاب: الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، المؤلف: صهيب عبد الجبار عدد الأجزاء: 38ـ تاريخ النشر: 15-8-2014

١٤ الكتاب: الترغيب والترهيب ـ المؤلف: إسماعيل بن محمد بن الفضل بن علي القرشي الطليحي التيمي الأصبهاني، أبو القاسم، الملقب بقوام السنة (المتوفى: 535هـ) الناشر: دار الحديث ـ القاهرة، الطبعة: الأولى 1414هـ - 1993م

١٥ الكتاب: المعجم الكبير ـ المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ) ـ دار النشر: مكتبة ابن تيمية — القاهرة ـ

١٦ الكتاب: الشريعة ـ المؤلف: أبو بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرِّيُّ البغدادي (المتوفى: 360هـ) الناشر: دار الوطن - الرياض / السعودية ـ الطبعة: الثانية، 1420هـ - 1999م

١٧ الكتاب: إعلام الموقعين عن رب العالمين ـ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب، المعروف بابن قيم الجوزية (المتوفى 751هـ) الناشر: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية ـ الطبعة: الأولى 1423هـ

١٨ الكتاب: مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي ـ المؤلف: أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطي بن ماه ـ (المتوفى: 150هـ) الناشر: الآداب — مصر

١٩ الكتاب: السنن الكبرى ـ المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ) ـ الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة: الثالثة، 1424هـ - 2003م

٢٠ الكتاب: تذكرة الحفاظ ـ المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي، (المتوفى: 748هـ) ـ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت - لبنان، الطبعة: الأولى، 1419هـ - 1998م

٢١ الكتاب: حياة الصحابة ـ المؤلف: محمد يوسف بن محمد إلياس بن محمد إسماعيل الكاندهلوي، (المتوفى: 1384هـ) ـ الناشر: مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت لبنان ـ الطبعة: الأولى، 1420هـ - 1999م

٢٢ الكتاب: أسد الغابة في معرفة الصحابة۔ المؤلف: أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى: 630هـ)
الناشر: دار الكتب العلمية الطبعة: الأولى۔ سنة النشر: 1415هـ - 1994م

٢٣ الكتاب: الاستيعاب في معرفة الأصحاب۔ المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى: 463هـ)۔ الناشر: دار الجيل، بيروت۔ الطبعة: الأولى، 1412هـ - 1992م

٢٤ الكتاب: البداية والنهاية۔ المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي، (المتوفى: 774هـ)۔ الناشر: دار الفكر۔ عام النشر: 1407هـ - 1986م

٢٥ الكتاب: تاريخ دمشق۔ المؤلف: أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: 571هـ)
الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع۔ عام النشر: 1415هـ - 1995م

٢٦ الكتاب: الفكر السامي في تاريخ الفقه الإسلامي۔ المؤلف: محمد بن الحسن بن العربي بن محمد الحجوي الثعلبي الجعفري الفاسي (المتوفى: 1376هـ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى - 1416هـ - 1995م

٢٧ الكتاب: منهج ابن الأثير الجزري في مصنفه «النهاية في غريب الحديث والأثر۔
المؤلف: أحمد بن محمد الخراط، أبو بلال۔ الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف بالمدينة المنورة

٢٨ [الطبقات الكبرى، القسم المتمم لتابعي أهل المدينة ومن بعدهم]۔ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى: 230هـ) الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة۔ لطبعة: الثانية، 1408-28۔

٢٩ الكتاب: تاريخ الطبري۔ تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري۔ المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ) (صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي، المتوفى: 369هـ)
الناشر: دار التراث - بيروت

٣٠ الكتاب: الإصابة في تمييز الصحابة۔ المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)۔ الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

٣١ الكتاب: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: 807هـ)۔ الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة عام النشر: 1414هـ، 1994م

٣٢. الكتاب: تاريخ الإسلام ووَفيات المشاهير والأعلام- المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748هـ)- الناشر: دار الغرب الإسلامي- الطبعة: الأولى، 2003م

٣٣. الكتاب: معجم الشيوخ المعروف بمعجم لابن العساكر- المؤلف: ثقة الدين، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: 571هـ)- الناشر: دار البشائر - دمشق الطبعة: الأولى 1421هـ - 2000م

٣٤. الكتاب: المطر والرعد والبرق- المؤلف: أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبيد بن سفيان بن قيس البغدادي الأموي القرشي المعروف بابن أبي الدنيا (المتوفى: 281هـ) دار النشر: دار ابن الجوزي، الدمام - السعودية- الطبعة: الأولى، 1418هـ - 1997م

٣٥. الكتاب: البلدان- المؤلف: أحمد بن إسحاق (أبي يعقوب) بن جعفر بن وهب بن واضح اليعقوبي، (المتوفى: بعد 292هـ)- الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت- الطبعة: الأولى، 1422هـ

٣٦. الكتاب: تاريخ خليفة بن خياط- المؤلف: أبو عمرو خليفة بن خياط بن خليفة الشيباني العصفري البصري (المتوفى: 240هـ)- الناشر: دار القلم، مؤسسة الرسالة - دمشق، بيروت الطبعة: الثانية، 1397

٣٧. السيرة النبوية (من البداية والنهاية لابن كثير)- المؤلف: ابو الفدا اسماعيل بن عمر بن كثير القرشی الدمشقی- الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزيع بيروت- لبنان-

٣٨. القول المبين فی سيرة سيد المرسلين- المؤلف: محمد الطيب النجار- الناشر: دار الندوة الجديدة بيروت، لبنان

٣٩. دلائل النبوة لابی نعيم الاصبهانی- المؤلف: ابو نعيم احمد بن عبد الله بن احمد بن اسحاق-

٤٠. الرحيق المختوم- المؤلف: صفی الرحمن المبارکفوری- الناشر: دار الهلال- بيروت-

مایہ ناز سیرت صدارتی ایوارڈ یافتہ ادیب محمد فہیم عالم کی بہترین کتابیں